امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 62/72 | مورخہ ۲۶ ذی قعدہ ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۷ جون ۲۰۲۲ء بروز سوموار | شمارہ نمبر 24

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل، یادوں کا چراغ
- حکایات اہل دل، دین وشریعت کی بنیاد
- حج: فضائل، طریقہ، مسائل
- ادب وتنقید، اردو کا شہسوار......
- تلاش ادیان کے مطالعہ کی اہمیت
- غزوات نبوی کا تاریخی جائزہ
- اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، ملی سرگرمیاں

بین السطور

تعصب ـ مہلک نفسیاتی بیماری

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

اللہ رب العزت نے انسان کو ایک مرد وعورت سے پیدا کیا اور تعارف کے لیے خاندان اور قبائل بنائے، لیکن برتری اور عظمت کا معیار تقویٰ کو قرار دیا، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمادیا کہ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، سوائے تقویٰ کے، یعنی تقویٰ معیار فضیلت ہے، دوسری کوئی چیز قابل اعتنا نہیں ہے۔ اللہ رب العزت نے اکرام بنی آدم کا اعلان کیا اور انسانوں کی تخلیق کو ”احسن تقویم“ یعنی تمام مخلوقات میں سب سے اچھی شکل وصورت والا سے تعبیر کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنائے گیے تھے، یعنی انسانی معاملات میں کسی اور بنیاد پر تفریق کی گنجائش نہیں ہے، مساوات کی اسی بنیاد پر حضرت بلال حبشی مؤذن رسول بن گیے، اور فاطمہ بنت قیس سے چوری کا عمل سرزد ہوا تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر فاطمہ بنت محمدؐ بھی ہوتی تو اس کا بھی ہاتھ کاٹا جاتا، بعض موقعوں پر جب اپنے اپنے قبیلے کو لوگ آواز دینے لگے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جاہلی پکار قرار دیا اور اس پر نکیر فرمائی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن میں مذکور ہے، جس میں انہوں نے اسے شیطان کے عمل سے تعبیر کیا ہے۔ اللہ رب العزت نے اس قسم کے تعصب پر قابو رکھنے کے لیے اعلان کردیا کہ تمام ایمان والے بھائی بھائی ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت کے بعد جو مواخاۃ کو رواج دیا اور مہاجرین وانصار کے درمیان مثالی اخوت قائم فرمائی، وہ انہیں احکام کا عملی مظہر تھا۔ تمام قسم کی عصبیت کو ختم کرنے کے لیے ہی اسلام نے یہ واضح کیا کہ اس کائنات کا رب، رب العالمین اور الٰہ العلمین ہے، اس کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو رحمۃ للعالمین ہیں اور اللہ رب العزت کی آخری کتاب قرآن کریم ہے جو ھدی للعلمین ہے، یعنی ذات، برادری، علاقائیت کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں جو کچھ ہے سارے جہاں کے لیے ہے، اور سب کے لیے ہے۔

تعصب ایک نفسیاتی بیماری ہے، جس کی وجہ سے انسان کے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت محدود ہو جاتی ہے، اور وہ اپنے خول سے باہر نہیں نکل پاتا ہے، اس کے باوجود مسلم سماج میں تعصب نے اس قدر جگہ بنالی ہے کہ ہم اس سے باہر نکلنے کو تیار نہیں ہوتے، اپنے خاندان، اپنے علاقے، اپنی برادری، اپنی زبان، اپنی مادر علمی وغیرہ سے محبت فطری ہے اور یہ محبت مذموم بھی نہیں ہے، مکہ اور کعبۃ اللہ سے جو محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھی، اسی وجہ سے تو تحویل قبلہ کے لیے بار بار آسمان کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھا کرتے تھے، معلوم ہوا کہ اس طرح کی فطری بنیاد کو ختم نہیں کیا جاسکتا، اسی لیے اپنے قوم کو عزیز رکھنے کو عصبیت نہیں قرار دیا گیا، عصبیت اپنے قوم کی بے جا طرفداری اور بے جا حمایت کا نام ہے۔ ابن ماجہ کی روایت ہے کہ عصبیت یہ ہے کہ آدمی اپنے قوم وجماعت کی ظلم وزیادتی کے معاملہ میں مدد کرے۔ صرف اپنے خاندان، قبیلے، ذات برادری، علاقے کو فیصلے کی بنیاد بنانا، اپنے لوگ ظالم پر ہوں اس کے باوجود ان کا تعاون کرنا، بے جا رعایت، طرفداری، بے جا حمایت، حقیقت ظاہر ہو جانے کے بعد بھی حق بات سے انکار اور صرف اس بنیاد پر عہدے تفویض کرنا، ترقی دینا یہ تعصب ہے اور شریعت کی نظر میں مذموم اور ناپسندیدہ عمل ہے اور اس قدر ناپسندیدہ ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو تعصب پر مرگیا وہ جاہلیت کی موت مرا، اور وہ ہم میں سے نہیں ہے، ارشاد فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی طرف بلائے، وہ ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر جنگ کرے اور نہ وہ ہم میں سے ہے جو عصبیت پر مرے، اس وعید کا تقاضہ ہے کہ ہم لازماً ان بنیادوں پر کوئی فیصلے نہ لیں، بلکہ انصاف کریں، خواہ وہ اپنی ذات، اپنے والدین، اپنے عزیز واقرباء کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کسی قوم کی دشمنی تم کو ناانصافی پر نہ ابھارے، انصاف کیا کرو، کیوں کہ یہ تقویٰ سے قریب ہے۔

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم نے دوسرے احکام شرعیہ کی طرح اس حکم کو بھی فراموش کردیا اب ہمارے تعلق اور فیصلہ کی بنیاد میرا بھائی، میرا خاندان، میرا ضلع، میرے لوگ، میرا علاقہ، میرے معتقدین، میرے فدائین ہیں، صلاحیتوں کا اعتبار نہیں، تعلقات کا اعتبار ہے، جس کی وجہ سے ملکی سیاست سے لے کر اداروں، تنظیموں، جماعتوں اور شعبوں تک میں بہت سارے فیصلے تعصب کی بنیاد پر ہو رہے ہیں، وہ لوگ آگے بڑھ جاتے ہیں، جنہوں نے ملک وملت کے لیے کچھ نہیں کیا ہوتا ہے، بس ان کی صلاحیت یہ ہوتی ہے کہ وہ متعلقہ ذمہ دار کے علاقے کے ہیں، یا ان کے بھائی اور رشتہ دار ہیں، اس کے نتیجہ میں ہوتا یہ ہے کہ اسپ تازی تو پالان سے مجروح ہوجاتا ہے اور طوق زریں گدھوں کے گلے کی زینت بن جاتا ہے۔ بے ساختہ یہاں پر حافظ شیرازی یاد آگیے۔

ابلہاں را ہمہ شربت زگلاب وقند است — قوت دانا ہمہ از خون جگر می بینم
اسپ تازی شدہ مجروح بہ زیر پالان — طوق ”زریں“ ہمہ برگردن ”خر“ می بینم

خاندانی اور علاقائی تعصب کے علاوہ لسانی تعصب نے بھی ہمارے درمیان جگہ بنالیا ہے، اس حوالے سے بھی مختلف علاقوں میں جنگ وجدال کا بازار گرم رہا ہے، مادر علمی کے حوالے سے بھی تعصب بڑھتا جارہا ہے، مختلف اداروں کے فارغین نے الگ الگ تنظیمیں قائم کررکھی ہیں، ان میں بھی دوسرے اداروں پر طنز وتعریض کا بازار گرم ہوتا ہے اور ایک دوسرے پر اپنی اہمیت اور برتری ثابت کرنے کے لیے وہ سب کر گذرا جاتا ہے، جس سے اسلام نے منع کیا ہے، یہی حال برادرانہ تعصب کا ہے، چھوٹی ذات، بڑی ذات کے جھگڑے عام ہیں، حالاں کہ اسلام نے جو مساوات کا سبق ہمیں پڑھایا ہے اس کی روشنی میں نہ کوئی طبقہ اشراف سے ہے اور نہ کوئی طبقہ ارذال۔ یہ انتہائی بیہودہ تقسیم ہے جو اسلام کے لیے کسی بھی حال میں قابل قبول نہیں ہے، یہاں پر کچھ لوگوں کا ذہن شادی بیاہ میں کفاءت کی طرف منتقل ہوتا ہے، شریعت دین داری میں کفاءت کا مطالبہ کرتی ہے، بقیہ شادی کرنے والی لڑکی اور عورت کو اختیار دیتی ہے کہ وہ زندگی صحیح ڈھنگ سے گذارنے کے لیے میچنگ دیکھ لیں تاکہ زن وشو کے درمیان محبت والفت کا تعلق برقرار رہے، کفاءت کی بنیاد اشراف وارذال نہیں ہے، اور یہ کسی طرح بھی شریعت کی منشاء مساوات کے خلاف نہیں ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ اب تو مسجدوں کے نام بھی ذات برادری کے نام پر رکھے جانے لگے اور بعض علاقوں میں خود میرا مشاہدہ ہے کہ قبرستان تک میں تعصب برتا جاتا ہے، اور بڑی ذات کے لوگوں کے قبرستان الگ اور جنہیں چھوٹی ذات کہا جاتا ہے اس کے قبرستان الگ ہیں، ایک شہر میں دیکھا کہ جو مقامی آبادی ہے اس کا قبرستان الگ ہے اور جو لوگ اس شہر میں باہر سے آکر بسے ان کا قبرستان الگ ہے، یہ باہر کے لوگ مقامی آبادی والے قبرستان میں دفن نہیں ہوسکتے۔

عصبیت چاہے جس قسم کی بھی ہو اس کے بڑے مضر اثرات سامنے آتے ہیں، بندوں کے جو حقوق ہیں اس کی ادائیگی میں قصداً کوتاہی ہونے لگتی ہے، ظلم کا دروازہ کھلتا ہے اور ناانصافی عام ہوجاتی ہے، بڑوں کو چھوٹا اور اپنے کو مقتدر ثابت کرنے کے لیے دوسرے سے حسد، بغض، ایک دوسرے کی ٹوہ اور غیبت کی ایسی گرم بازاری ہوتی ہے کہ الامان والحفیظ، غیبت کی اس مجلس میں دوسرے پر الزام تراشی، بہتان وغیرہ لگاکر اپنے کو برتر اور دوسرے کو ارذل، ناکارہ اور نکما ثابت کرنے پر توانائی لگائی جاتی ہے، کیوں کہ اس کے بغیر وہ اپنے کو مطلوبہ عہدہ کا حق دار ثابت نہیں کرسکتا، تعصب کے شکار ایسے شخص کو اگر کسی کے لاشے سے گذر کر اپنی برتری ثابت کرنی ہو تو وہ اس سے بھی دریغ نہیں کرتا، غیبت تو خود ہی اپنے مرے ہوئے بھائی کے گوشت کھانے کی طرح ہے، مرے ہوئے بھائی کا مطلب تو لاشہ ہی ہوتا ہے، اوچھی اور گھٹیا حرکت کے نتیجے میں بڑے چھوٹے کی تفریق ختم ہوجاتی ہے، اور ظاہر ہے یہ فتنہ وفساد کے نئے دروازے کھولتا ہے۔

تعصب کی جو قسمیں ہمارے یہاں رائج ہیں ان میں ایک مسلکی تعصب ہے، فروعی مسائل میں جزوی اختلافات کو بنیاد بنا کر جو تعصب پیدا کیا گیا ہے اس نے ہمارے کلمہ کی بنیاد پر اتحاد کو سخت نقصان پہونچایا ہے، مسلمان فرقوں میں تقسیم ہوکر رہ گیے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کو ایک امت بنایا تھا، لیکن ہم تقسیم ہوتے چلے گیے، ملکی اور سماجی منظر نامہ میں سیاسی تعصب نے بھی انسانوں کو بانٹنے کا کام کیا ہے اور اب جب کہ سیاست میں کرسی کی اہمیت زیادہ ہوگئی اور نظریات پس پشت چلے گیے ہیں تو ہندوتوا کے تعصب نے رواج پالیا اور آج جو پورے ہندوستان میں نفرت کی کاشت ہو رہی ہے وہ اسی تعصب کا نتیجہ ہے۔ علاقائی تعصب بھی عصبیت کی بدترین قسم ہے، کون کس علاقہ کا ہے اس بنیاد پر بھی فیصلے ہمارے یہاں عام ہیں، علاقائی تعصب کا دائرہ ریاست سے شروع ہوکر ضلع، بلاک، گاؤں اور خاندان تک پہونچ جاتا ہے، اب تو اس تعصب کا دائرہ دریا کے اس پار، اس پار تک پھیل گیا ہے۔ عصبیت جس قسم کی بھی ہو، نسلی ہو یا لسانی، طبقاتی ہو یا مذہبی، علاقائی ہو یا جماعتی مہلک نفسیاتی بیماری ہے، جس شخص میں ایسا تعصب پیدا ہوجاتا ہے اس کی جسمانی موت چاہے نہ ہو، لیکن روحانی، ایمانی اور اخلاقی موت ہوجاتی ہے، وہ اس زمین پر چلتا پھرتا دکھتا، بولتا ہے، لیکن حقیقتاً وہ ایک لاش ہوتا ہے، جس سے عصبیت کی بدبو آتی رہتی ہے۔ اسی لیے میں نے اسے مہلک نفسیاتی بیماری کہا ہے۔

اچھی باتیں

”انسان کی سب سے بڑی دولت اس کا اچھا اخلاق ہے ☆ انسان ایک ایسا غافل مجسمہ ہے کہ وہ اپنی ساری پلاننگ میں کبھی اپنی موت کو شامل نہیں کرتا ☆ خوش نصیب وہ ہے جو اپنے نصیب پر خوش رہے ☆ کچھ لوگ اتنے بھوکے ہوتے ہیں کہ دوسروں کی خوشیاں تک کھا جاتے ہیں ☆ اچھے لوگ کی تعریف کی ضرورت نہیں ہوتی، کیوں کہ پھولوں کو کبھی خوشبو نہیں لگایا جاتا ☆ دنیا کا سب سے ہلکا کھوکھلا آنسو ہے جس میں پانی صرف ایک فی صد ہوتا ہے اور [illegible] احساسات ہوتے ہیں ☆ اگر کسی کو تکلیف دے کر اٹھے تو سوچئے [illegible]“ (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

”اگنی پتھ“ کا اعلان ہوتے ہی پورے ملک میں احتجاج ہونے لگا، قومی املاک کا نقصان ہو رہا ہے جو واقعی قابل مذمت ہے، لیکن زرعی قانون کی مخالفت میں جب کسانوں کی تحریک چل رہی تھی تب سپریم کورٹ نے ایک اچھی تبصرہ کیا تھا کہ قانون بننے سے پہلے اس کے مسودہ کو عوامی سطح پر پیش کرکے سمجھا دیا جانا چاہیے، تاکہ شبہات کا ماحول نہ رہے، اگنی پتھ کا مسودہ بھی عوام کے سامنے نہیں لایا گیا، نتیجہ یہ حالات پیدا ہوتے ہیں۔“ ([illegible]، ہندوستان ۲۱ جون ۲۲)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم

''اے رسول! ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لئے خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں ہیں'' (سورہ سبا، آیت:۲۸)

وضاحت: رب کائنات نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری انسانیت کے لئے ہادی و رہبر بنا کر بھیجا، جب اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر نبوت و امامت کا تاج رکھا تو آپ نے دنیا کو حق و صداقت کا پیغام دیا، کفر و ضلالت میں ڈوبی انسانیت کو علم و معرفت کی روشنی عطا کی، قوموں کی تقدیر کو بدل دیا، خواہش پرست انسانوں کو خدا پرست اور حق پرست انسان بنا دیا، آپؐ نے اپنے ۲۳ رسالہ دور نبوت میں انسانوں کو ان کو حقیقی قدر و منزلت سے آگاہ کیا، اس لئے ہر مومن بندہ پر لازم و ضروری ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق و محبت کرے اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کو ایمان کا لازمی جزو تصور کرے، اس کے بغیر وہ کامل مومن نہیں ہو سکتا، قرآن مجید میں جہاں جہاں اللہ کی اطاعت کا حکم دیا گیا، وہاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی تاکید کی، اگر کسی مومن بندہ کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے ذرہ برابر بھی شک و شبہ پیدا ہو جائے تو اس کے ایمان کے ضائع ہونے کا خطرہ لاحق ہو جائے گا، لہذا مسلمانوں کی دنیا و آخرت میں کامیابی اور فوز و فلاح اسی میں مضمر ہے کہ وہ اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسول کی رسالت پر مکمل ایمان رکھے، ہاں اگر کوئی دوسرا شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے تو مومن بندہ کو چاہئے وہ پوری قوت کے ساتھ دفاع کرے اور اس کے خلاف سخت قانونی کارروائی کرنے کا مطالبہ کرے، حتی کہ ایسے لوگوں کا سماجی بائکاٹ کیا جائے، ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں جہاں ہر مذہب کے احترام کو لازمی قرار دیا گیا، یہاں کے دو چند بد باطن لوگوں نے جس دریدہ دہنی کے ساتھ نبی رحمت کی شان میں گستاخی کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ شخصیت پر کیچڑ اچھالا وہ کسی طرح بھی قابل برداشت نہیں، ایسے بیمار ذہنیت کے لوگوں پر سخت قانونی کارروائی ہونی چاہئے، ہندوستانی کی حکومت کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے، مگر پیغمبر کے خلاف گستاخی کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتا وہ ناموس رسالت کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہے، اس لئے حکومت کے سیاسی بازیگر باز قانون و آئین کا احترام کرتے ہوئے مذہبی شخصیات کی تذلیل و توہین سے گریز کرے، بہر حال حالیہ دنوں میں جو کچھ ہوا اس سے مسلمانوں کا دل زخمی ہوا ہے، آئندہ ایسی حرکت نہ ہو اس کو یقینی بنایا جائے اور جس بد باطن شخص نے ایسی بدزبانی کی ہے اس کو قرار واقعی سزا دی جائے۔

دو اشخاص قابل رشک ہیں

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو باتوں میں رشک کرنا جائز ہے، ایک تو اس شخص کے بارے میں جسے اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کی نعمت عطا کی ہو اور وہ اس دولت کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہو اور دوسرے اس شخص کے بارے میں جس کو اللہ نے علم و حکمت اور دانائی عطا کی ہو اور وہ اس کے ذریعہ لوگوں کے فیصلے کرتا ہو اور حکمت کی تعلیم دیتا ہو'' (بخاری شریف)

مطلب: اگر اللہ نے کسی شخص کو علم و حکمت کی نعمت اور مال و دولت یا کوئی دوسری دینی و دنیاوی وجاہت عطا فرمائی اور ان کو دیکھ کر اگر کسی دوسرے شخص کے دل میں ان نعمتوں کے حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہو کہ مجھے بھی ایسی نعمت عطا ہو جو فلاں کو عطا ہوئی اس کو عربی میں غبطہ اور اردو میں رشک کہتے ہیں اور یہ کوئی بری چیز نہیں ہے، کیونکہ اس سے مومن بندہ کے اندر نیک جذبہ ابھرتا ہے تاکہ وہ بھی مالداروں کی طرح غرباء و مساکین میں خیر و خیرات کر کے اللہ سے تقرب حاصل کرے، یا حکمت و دانائی کے ذریعہ لوگوں کے ایمان و عقیدہ کو مضبوط اور پختہ کرنے کا جذبہ ہو تو یہ بھی قابل قدر اور صد افتخار جذبہ اور آرزو ہے، حدیث پاک میں اس طرح کے جذبے کی تعریف کی گئی ہے، لیکن اگر دوسرے سے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کے زوال کا متمنی ہو کہ خدا اس سے نعمت چھین لے اور عملی طور پر حسد کا اظہار کرنے لگے تو یہ نہایت ہی ناپسندیدہ اور گھٹیا عمل ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر حسد سے بچنے کی ہدایت فرمائی، ابو داؤد شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس کھا جاتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے اخلاقی حیثیت سے نہایت خطرناک چیز ہے، اسی وجہ سے اللہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ہر مسلمان کو اس کے خطرہ سے پناہ مانگنے کی ہدایت فرمائی **''ومن شر حاسد اذا حسد''** اور برا چاہنے والے کی برائی سے جب وہ حسد کرے، علامہ سید سلیمان ندویؒ نے حسد کے تین درجے بیان فرمائے ہیں:

''(۱) یہ کہ ایک شخص کی صرف یہ خواہش ہو کہ دوسرے سے یہ نعمت سلب کر لی جائے گو وہ اس کو نہ حاصل ہو سکے یا وہ اس کو خود حاصل نہ کرنا چاہئے، حسد کی مذموم ترین قسم یہی ہے۔ (۲) دوسرے یہ کہ اس کی خواہش یہ ہو کہ وہ نعمت اس کو حاصل ہو جائے اس صورت میں اس کا مقصود بالذات تو صرف اس نعمت کا حاصل کرنا ہوتا ہے، لیکن چونکہ بعض اوقات جب تک وہ نعمت دوسرے سے چھین نہ لی جائے، اس کو مل نہیں سکتی، اس لئے بالغرض اس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ دوسرے سے سلب کر لی جائے۔ (۳) تیسرے یہ کہ ایک شخص خود اسی قسم کی نعمت حاصل کرنا چاہے لیکن اس کی یہ خواہش نہ ہو کہ وہ دوسرے سے سلب کر لی جائے، آگے حضرت علامہ نے ان تینوں کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا کہ ان میں پہلی صورت حسد کی مذموم ترین قسم ہے، دوسری صورت میں چونکہ زوال نعمت بالذات مقصود نہیں، اس لئے اس کو حقیقی معنوں میں حسد نہیں کہہ سکتے تاہم قرآن مجید میں ہے اور خدا نے جو تم میں سے ایک کو دوسرے پر برتری دے رکھی ہے اس کا کچھ ارمان نہ کرو جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو نعمت کسی کو حاصل ہو بعینہ اس کی خواہش کرنا پسندیدہ نہیں ہے، البتہ اس کے مثل دوسری نعمت کی خواہش کرنا مذموم نہیں ہے اور تیسری صورت بالکل مذموم نہیں ہے، بلکہ دینی امور میں مستحسن ہے اور شریعت میں اس کا مسابقت کہتے ہیں (سیرۃ النبی، ج:۶) اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ کسی سے زوال نعمت کی تمنا کرنا ناپسندیدہ عمل ہے، البتہ اللہ سے ان نعمتوں کے لئے دعاء و مناجات کرنا اور اس کے مثل کی خواہش کرنا جائز ہے، لہذا مومن بندہ کو بغض و حسد اور عناد سے دل کو پاک و صاف رکھنا چاہئے، یہی مومنانہ صفت ہے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

قربانی کے بدلہ قیمت صدقہ کرنا

س: کیا قربانی کے دنوں میں قربانی ہی کرنا ضروری ہے، اگر اس کے بدلہ جانور کی قیمت صدقہ کر دی جائے تو کیا یہ کافی نہیں ہوگا، جبکہ بے روزگاری کی وجہ سے لوگوں کو روپے کی شدید ضرورت ہے؟

ج: غریبوں اور حاجتمندوں کا خیال رکھنا، ان کی ضرورتوں کو پوری کرنا یقیناً انسانیت کی عظیم خدمت اور بہت بڑا کار ثواب ہے، جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے زکوۃ و صدقات کا مستقل باب رکھا ہے اور ایسے لوگوں کی فراخ دلی کے ساتھ تعاون کی تلقین کی ہے، لیکن قربانی جہاں ایک اہم مالی عبادت ہے وہیں شعائر اسلام اور اللہ تعالیٰ کے دو اولوالعزم پیغمبر سیدنا حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی عظیم یادگار بھی ہے جس کو ختم نہیں کیا سکتا، یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدنی زندگی میں ہر سال قربانی کی: **''أقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینة عشر سنین یضحی''** (سنن الترمذی: ۱/۲۷۷) اور حضرات صحابہ کرام سے فرمایا: یہ تمہارا باپ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت (و یادگار) ہے: **''سنة أبیکم ابراھیم (علیه الصلوٰة والسلام)''** (ابن ماجه، ص: ۲۳۳)

اور فرمایا کہ قربانی کے دنوں میں بندہ مومن کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب و پسندیدہ عمل قربانی ہی ہے: **''ما عمل ادمی من عمل یوم النحر أحب الیٰ اللہ من إھراق الدم''** (سنن الترمذی: ۱/۲۷۵)

اس کے برخلاف جو شخص وسعت و صلاحیت کے باوجود قربانی نہ کرے اس کے متعلق اپنی خفگی و ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ میری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے: **''من کان له سعة ولم یضح فلایقربن مصلانا''** (ابن ماجه: ۲۳۲) ورجاله ثقات (فتح الباری: ۱۰/۴)

اسی وجہ سے حضرات فقہاء کرام نے فرمایا کہ ایام قربانی میں صاحب نصاب پر قربانی کرنا ہی ضروری ہے، جانوروں کی قیمت کا صدقہ کرنا، قربانی کا بدل نہیں ہو سکتا، اگر کسی نے وقت رہتے قیمت صدقہ کر دیا، تو یہ کافی نہیں ہوگا اور قربانی کا وجوب اس کے ذمہ باقی رہے گا: **''ومنھا أن لایقوم غیرھا مقامھا حتی لو تصدق بعین الشاة أو قیمتھا فی الوقت لایجزیه عن الأضحیة، لأن الوجوب تعلق بالإراقة والأصل ان الوجوب اذا تعلق بفعل معین انه لایقوم غیره مقامه کما فی الصلوٰة والصوم وغیرھا''** (بدائع الصنائع: ۴/۲۰۰)

لہذا صورت مسئولہ میں جس کے ذمہ قربانی واجب ہے، وہ قربانی ہی کرے اور غریبوں اور حاجتمندوں کی ضرورت کی تکمیل زکوۃ، صدقات و عطیات اور نفل قربانی جو کیا کرتا تھا وہ نہ کر کے اس کی رقم وغیرہ کے ذریعہ کرے۔

اگر کسی وجہ سے قربانی نہ کر سکے

س: اگر کسی وجہ سے قربانی کا جانور نہ مل سکے تو کیا بڑے جانور میں ایک حصہ کے بقدر رقم صدقہ کر دینے سے ذمہ سے سبکدوش ہو جائے گا یا خصی کی قیمت صدقہ کرنی ہوگی۔

ج: صورت مسئولہ میں بہت کوشش کے باوجود بھی جانور نہ مل سکے یہاں تک کہ قربانی کے ایام گذر جائیں تو ایسی صورت میں قربانی کے قابل ایک متوسط بکرے کی قیمت صدقہ کرنی ہوگی، بڑے جانور کے ایک حصہ کی قیمت صدقہ کرنا کافی نہیں ہوگا: **''قوله (تصدق بقیمتھا)... فبین ان المراد اذا لم یشترھا قیمة شاة یجزی فی الاضحیة کما فی الخلاصة وغیرھا قال القھستانی أو قیمة شاة وسط کما فی الزاھدی''** (رد المحتار: ۹/۴۶۵)

اگر قربانی کا جانور رکھتے ہوئے قربانی نہ کر سکے

س: قربانی کا جانور خرید رکھا تھا لیکن ٹھیک بقرعید کے دن میری طبیعت ایسی بگڑی کہ موقع نہیں مل سکا، قربانی کے تینوں دن گذر گئے، تو کیا اب اس کی قربانی ہو سکتی ہے؟

ج: صورت مسئولہ میں اگر خود قربانی کرنے کا موقع نہیں مل سکا تو کسی کے ذریعہ قربانی کرا لینی چاہئے، قربانی کے ایام گذر جانے کے بعد قربانی نہیں ہو سکتی، اب مذکورہ جانور کو زندہ ہی صدقہ کرنا ہوگا، اگر کسی نے قربانی کے ایام گذرنے کے بعد قربانی کی نیت سے جانور ذبح کر دیا تو پورے کو صدقہ کرنا ہوگا اس میں سے کھا نہیں سکتے اور ساتھ ہی ذبح کرنے کی وجہ سے قیمت میں جو فرق آئے گا وہ بھی صدقہ کرنا ہوگا: **''واقول ذکر فی البدائع ان الصحیح ان الشاة المشتراة للاضحیة اذا لم یضح بھا حتی مضی الوقت یتصدق الموسر بعینھا حیة کالفقیر بلاخلاف بین اصحابنا''** (رد المحتار: ۹/۴۶۵)

بیٹے کا اپنی ماں کی طرف سے قربانی کرنا

س: ایک خاتون کے دو لڑکے ہیں، چھوٹا لڑکا اور ماں صاحب نصاب ہے، جبکہ بڑا لڑکا لمبے علاج کی وجہ سے اب صاحب نصاب نہیں رہا، چھوٹا لڑکا اپنی طرف سے تو قربانی کر ہی رہا ہے اپنی ماں کی طرف سے بھی ان سے پوچھ کر قربانی کا جانور لے لیا ہے، اب ماں چاہتی ہے کہ اپنے اس بیمار غیر صاحب نصاب لڑکے کی طرف سے قربانی کر دوں، شرعاً درست ہے یا نہیں؟

ج: صورت مسئولہ میں جب مذکورہ لڑکا اپنی ماں کی طرف سے ان کی اجازت سے قربانی کر رہا ہے تو ماں کی طرف سے قربانی کا فریضہ ادا ہو جائے گا، اسی طرح ماں اپنے بیمار لڑکے کی طرف سے قربانی کرے تو یہ قربانی بھی شرعاً صحیح و درست ہوگی: **''ومنھا: أن تجزئ فیھا النیابة فیجوز للانسان أن یضحی بنفسه وبغیره باذنه لانھا قربة تتعلق بالمال فتجزئ فیھا النیابة کاداء الزکاة وصدقة الفطر''** (بدائع الصنائع: ۴/۲۰۰) ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 62/72 شمارہ نمبر 24 مورخہ ۲۶؍ذی قعدہ ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۷؍جون ۲۰۲۲ء روز سوموار

اسلاموفوبیا

چودہویں صدی ہجری میں عالم اسلام نے مغربی دنیا سے شدید علمی وفکری مزاحمت کے بعد جو برتری ثابت کی اور جس کے نتیجے میں بہت سے علاقوں میں اسلام نے پھر سے اپنے قدم جمائے، وہاں اسلامی تہذیب وثقافت، اسلامی اقدار اور زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام کی واضح اور عمدہ تعلیمات نے لوگوں کو متاثر کرنا شروع کیا، عیسائیت کی سمٹتی طنابیں اور یہودیت کی مادیت سے قربت اور مذہب سے دوری کی وجہ سے اسلام لوگوں کے دلوں میں گھر کرنے لگا، جس سے مغربی استعمار کو خطرہ لاحق ہوا، اور ایسا انہیں محسوس ہونے لگا کہ اسلام دنیا کی بڑی طاقت کے طور پر ابھر رہا ہے۔ اس احساس نے انکے اندر اسلام سے خوف پیدا کر دیا اور وہ اسے ہوّا بنا کر فوبیا کے شکار ہو گئے، فوبیا نارمل حالت کو نہیں کہتے، یہ Abnormel fear ہوتا ہے، یہ لفظ انگریزی سے منتقل ہو کر ان دنوں عربی میں بھی اسی معنی میں استعمال ہو رہا ہے۔ چنانچہ عربی میں اس کے معنی "هلع مرض من شي معين" مریضانہ انداز میں کسی معین چیز کا ہوّا کھڑا کر دینا کے ہیں، یہ ہوّا اُدباء، شعراء، مفکرین، میڈیا، دانشور، سیاست داں وحکمراں سبھی طبقہ کی طرف سے کھڑا کیا گیا اور ایسا ماحول بنایا گیا کہ سبھی تہذیب وثقافت اور سبھی آئیڈیالوجی کے لوگ اسلام سے خطرہ محسوس کرنے لگے، اس خطرہ کے پیش نظر انہوں نے ایسی پالیسیاں بنائیں اور ایسے اقدام کئے، جس نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف انکے دلوں میں نفرت کی آگ بھر دی، مستشرقین یورپ نے غلط پروپگنڈہ کر کے نفرت کی اس آگ کو خوب خوب ہوا دیا، اور شکوک وشبہات اور غلط فہمیوں کے پھیلانے کا کام منصوبہ بند انداز میں کیا گیا، جس کی وجہ سے غیر مسلم دنیا یقین کرنے لگی کہ اسلام، تشدد، زبردستی، بے لوچ کٹرپن، تعصب اور تنگ نظری کا مذہب ہے۔ انہوں نے اپنے منصوبہ کی بنیاد جن اصول ودفعات پر رکھی، اس میں ایک اصول یہ طے کیا کہ اسلامی معاشرہ سے ایسے طریقے سے نفرت دلائی جائے، جس سے ہماری دشمنی طشت ازبام نہ ہو اور ہم دینی وروحانی اقدار میں عیوب ونقائص نکال کر اسے تہہ وبالا کرنے میں کامیاب ہو جائیں (کلمۃ الحق ماہ محرم ۷؍۱۳۸ھ مطابق اپریل ۱۹۶۲ء)۔

اس مہم میں بڑا حصہ یہودیوں کا رہا، یہودیوں کی انٹرنیشنل کانفرنس منعقدہ ۱۹۰۰ء نے قرارداد پاس کیا کہ "ہم صرف اس پر اکتفا نہیں کریں گے کہ دین داروں پر فتح حاصل کریں، انکی عبادت گاہوں پر غلبہ حاصل کر لیں؛ بلکہ ہمارا بنیادی اور اصل مقصد ان لوگوں کے وجود کو ختم کرنا ہے۔ ماسونی مجلۂ کاسیا کے ذریعہ ۱۹۰۳ء میں اس بات کا اعلان کیا گیا کہ ہمیں دین کو حکومت سے جدا کرنا ہے، اور ایسی جدوجہد کرنی ہے کہ ماسونیت دین کی جگہ لے لے اور اس کی محفلیں عبادت گاہوں کی جگہ لے لیں، ماسونی مشرق اعظم نے ۱۹۱۳ء میں انسانوں کو مقصود بنانے اور خدا کو چھوڑنے کی تجاویز پاس کیں اور بلغراد کی ماسونی کانفرنس ۱۹۲۲ء نے اس بات کا اعلان کیا کہ ہمیں ہرگز نہیں بھولنا چاہئے کہ ہم ماسونی، دین کے دشمن ہیں اور ہمیں دین کے آثار اور علامات کے خاتمہ کی کوشش میں کوتاہی نہیں کرنی چاہے۔ عیسائی دنیا نے بھی اس جدوجہد میں حصہ لیا اور ساری توجہ مسلمانوں سے اسلامی فکر کے خاتمہ اور خدا سے ان کے تعلق کو منقطع کرنے پر صرف کر دیا، ان کی جدوجہد کا مرکزی محور مسلمانوں کی وحدت کو ختم کرنا اور پارہ پارہ کرنا رہا؛ تاکہ مسلمان کمزور ذلیل اور بے سہارا ہو جائیں۔ ان کے یہ منصوبے وقتاً فوقتاً کامیاب بھی ہوتے رہے، خلافت اسلامیہ کا خاتمہ، ترکی کے دستور سے اسلامی اساس کو نکال باہر کرنا، عراق وافغانستان میں مسلمانوں کی قوت وطاقت کا زوال اور عراق کے مسلمانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا، اسی منصوبے کے نتائج ہیں، جس سے اسلام اور مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔ جو لوگ کچھ اور نہیں کر سکے وہ تنگ نظری کے سبب، سب وشتم پر اتر آئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی، چاہے وہ مضامین ومقالات کی شکل میں ہو، یا کارٹونوں کی شکل میں، اس کی تہہ میں یہی جذبہ کارفرما رہا ہے، اس کی بھی کوشش کی گئی کہ مسلمانوں کو ان کے مذہبی فرائض سے روکا جائے اور ثقافتی تقریبات منعقد نہ ہو سکیں، بعض نام کے مسلم لوگوں سے ایسے کام کروائے گئے، جس سے اسلام کے طور طریقوں اور عبادات کا مذاق اڑایا جا سکے، میڈیا نے بڑے پیمانے پر اس کی تشہیر کی، جیسے سب کچھ بدل رہا ہے۔ اس طرح اسلام فوبیا کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا، بنیادی حقوق کی ساری دفعات کتابوں میں بند ہو کر رہ گئیں۔ اور ان کے خلاف اظہار رائے کی آزادی کا ہتھیار استعمال کیا گیا، اور ان لوگوں نے کیا، جنہوں نے دوسروں سے آزادی کے حقوق چھینے اور سلب کئے، اس صورت حال سے مسلمانوں کو ذہنی اور کبھی کبھی جسمانی اذیتیں بھی اٹھانی پڑیں، اس کا ایک نقصان یہ بھی ہوا کہ مسلمانوں ہی میں سے کچھ لوگ مغرب کے سامنے سپر انداز ہو گئے اور انہوں نے مغربی تہذیب وثقافت کو اپنانے میں خیر وشر کی تمیز کے بغیر تیزی دکھائی اور اسلامی تہذیب وثقافت کو عقیدہ، عبادات اور پرسنل لا تک محدود کر کے رکھ دیا، تدریجاً ان شعبوں میں بھی انہوں نے اسلام سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور پورے طور پر مغرب کے ہم نوا ہو گئے، اس طرح اسلام فوبیا کا دائرہ مسلمانوں تک پہونچ گیا۔ اور وہ بھی مغرب کے غلط پروپیگنڈے کے شکار ہو گئے، یہ دائرہ دھیرے دھیرے بڑھتا جا رہا ہے۔

لیکن اس کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ دوسرے مذاہب کے لوگوں نے اسلام کو جاننا اور پڑھنا شروع کیا، ان میں اس مذہب کے تئیں ایک قسم کا تجسس پیدا ہو گیا، اور اسلام کی صداقت نے ان کے دلوں میں گھر کر لیا، یہی وجہ ہے کہ آج بڑی تیزی سے دوسرے مذاہب کے لوگ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ اسلام فوبیا کے ازالہ کی شکل صرف یہ ہے کہ ہم اسلام کی واضح اور صحیح تعلیمات کو لوگوں میں پھیلائیں، مغرب میں جن کتابوں کو اسلام کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ وہ بیشتر مستشرقین کی لکھی ہوئی ہیں اور وہ قاری کو گمراہ کرتی ہیں، ضرورت ہے کہ مغرب اور یورپ کی مروجہ زبانوں میں وہاں کے معیار ومزاج کو سامنے رکھ کر اسلام کی بنیادی تعلیمات، نبی رحمت کی رحمت ومحبت سے پُر احکام وہدایات کے مختلف پہلوؤں پر کتابیں لکھی جائیں اور ان سے مغرب کو روشناس کرایا جائے۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ کام نہیں کیا جا رہا ہے، مقصد صرف یہ ہے کہ جس بڑے پیمانے پر ہونا چاہیے، نہیں ہو رہا ہے۔ اس کے لئے احمد دیدات جیسے مین ٹو مشن (MAN TO MITION) کی ضرورت ہے، اس کے بغیر اسلام فوبیا کا ازالہ ممکن نہیں معلوم ہوتا۔

دعوت دین کا کام حکمت کے ساتھ ہم نے کم کیا ہے؛ حالانکہ دعوت دین کے کاموں میں اس کو اولیت حاصل ہے۔ جس کا پتہ حکم خداوندی "اُدْعُ اِلیٰ سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ" سے چلتا ہے اور جس میں "دعوت بالحکمۃ" کو مقدم رکھا گیا ہے۔

یہاں مجھے اس حقیقت کا بھی اعتراف کرنا چاہئے کہ خود ہمارے بہت سارے اعمال "اسلام فوبیا" کا سبب بن جاتے ہیں، تلواروں سے ٹپکتے خون کے اشتہارات، بابری مسجد کی تصویر کے ساتھ، الہی بھیج دے محمود کوئی کا اشتہار، اور انتہائی پُر امن کارواں میں تلوار کو تحفے میں پیش کرنے، جیسا عمل دیکھنے میں جتنا بھلا معلوم ہو، دوسرے مذاہب والے اسے دہشت اور تشدد کا اشاریہ سمجھتے ہیں، اور خود مسلم سماج کو ایسے اشتہارات سے کوئی فائدہ نہیں پہونچتا، اس قسم کی حرکتوں سے دوسرے مذاہب والے اسلاموفوبیا کے شکار ہو جاتے ہیں۔ ہماری بے عملی اور بدعملی سے بھی اسلام فوبیا کا پیغام دوسروں تک پہونچا ہے، اس لئے ہمیں اپنے اعمال کا بھی محاسبہ کرنا چاہئے، کہ کہیں ہم دانستہ یا نادانستہ، اسلام کو نقصان تو نہیں پہونچا رہے ہیں۔

اسلام فوبیا کے ازالہ کے لئے کرنے کا ایک کام یہ بھی ہے، اسلام کے محاسن کے اظہار کے ساتھ ساتھ اسلام دشمنوں کی جانب سے مخالفانہ فکری یلغار کا علمی جواب دیا جائے، اس سے اسلامی تہذیب وثقافت پر مسلمانوں کا اعتماد بحال ہوگا، اور اسلام مخالف اعتراضات کا دفاع کیا جا سکے گا۔ اگر ہم ان امور پر توجہ دے سکے اور لوگوں کو صحیح اسلامی تعلیمات سے روشناش کرا سکے، تو اگلی صدی انشاء اللہ اسلام کی صدی ہوگی۔

صدارتی انتخاب

صدر رام ناتھ کووند کی مدت کار ختم ہو رہی ہے، چنانچہ انتخابی کمیشن نے نئے صدر کے انتخاب کا نوٹیفکیشن جاری کر دیا ہے، اور سیاسی پارٹیوں میں سرگرمیاں تیز ہو گئی ہیں، ممتا بنرجی حزب مخالف کو متحد کرنے میں لگی ہوئی ہیں، ان کی دعوت پر سترہ چھوٹی بڑی سیاسی پارٹیاں میٹنگ میں شریک ہوئیں اور شرد پوار، فاروق عبداللہ اور گوپال کرشن گاندھی میں سے کسی ایک کو متحدہ امیدوار بنانے کی تجویز آئی، شرد پوار نے تو مجلس میں ہی انکار کر دیا، فاروق عبداللہ نے غور وفکر کر کے انکار کر دیا، اور کشمیر کو ابھی ان کی ضرورت ہے کہہ کر اپنے کو امیدواری سے الگ کر لیا، یعنی وہ ابھی سرگرم سیاست سے کنارہ کش نہیں ہونا چاہتے، آخر میں گوپال کرشن گاندھی نے بھی صدارتی امیدوار بننے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ہم سے بہت اچھے لوگ اس عہدہ کے لیے دستیاب ہیں، شرد پوار نے اس پر دوبارہ میٹنگ بلائی جس میں حزب مخالف نے یشونت سنہا کے نام پر اتفاق کر لیا، انہوں نے ۱۹۶۲ء میں یو پی اس سی امتحان میں بارہواں رینک حاصل کیا تھا اور ڈی ایم بن گیے تھے، مہامایا پرشاد کے زمانہ میں ان کے ایک وزیر کی بدتمیزی اور وزیر اعلیٰ کے بگڑ جانے پر انہوں نے یہ کہہ کر استعفیٰ دے دیا تھا کہ وزیر اعلیٰ تو آئی اے ایس نہیں بن سکتے، لیکن میں وزیر اعلیٰ بن سکتا ہوں، پھر انہوں نے سیاست شروع کی، یشونت سنہا بھاجپا کے سابق ترجمان بھی رہے ہیں، ۱۹۹۶ء میں ان کو یہ عہدہ پارٹی نے دیا تھا، وہ ۱۹۹۸ء سے ۲۰۰۲ء تک باجپئی حکومت میں وزیر خزانہ رہ چکے ہیں۔ بھاجپا سے ناطہ توڑ کر انہوں نے ترنمول کانگریس میں شمولیت اختیار کی تھی، حزب مخالف کے مشترکہ امیدوار بننے کے بعد انہوں نے ترنمول کانگریس سے استعفا دیا، انہوں نے ایک انٹرویو میں کہا کہ دروپدی سے میرا کوئی ذاتی اختلاف اور لڑائی نہیں ہے، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ صدر جمہوریہ کی حیثیت سے ان سے زیادہ دستور کی حفاظت کر سکتا ہوں، یشونت سنہا کے نام کے اعلان کے بعد بھاجپا نے بھی اڈیشہ کی آدی باسی قبائلی خاتون دروپدی مرمو کو اپنی طرف سے صدارتی امیدوار نامزد کیا ہے، دروپدی مرمو نے اپنی زندگی کی شروعات کلرک کے طور پر کیا تھا، بعد میں وہ میوربھنج کی وارڈ کونسلر، پھر وہاں کی نائب میئر بنیں، اڈیشہ حکومت میں وزیر کے طور پر بھی دو بار خدمت انجام دیا، شوہر اور دو بیٹیوں کے انتقال کے بعد ان کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا سماجی خدمت ہی رہا، وہ جھارکھنڈ میں پہلی آدیواسی گورنر کی حیثیت سے کام کر چکی ہیں، وزیر اعظم نریندر مودی نے بہت سوچ سمجھ کر یہ نام پیش کیا ہے، بیجو جنتادل کے نوین پٹنایک کہہ چکے تھے کہ کسی آدی واسی امیدوار کو ہی ہم سپورٹ کریں گے، اس طرح دروپدی مرمو کے حق میں بیجو جنتادل کا جانا طے ہے، نتیش کمار کی جدیو عاب، وائی اس آر کانگریس اور دوسری علاقائی پارٹیوں نے بھاجپا امیدوار کے ساتھ دینے کا اعلان کیا ہے، مرکزی حکومت نے جیت کے یقین کی وجہ سے ہی انہیں زیڈ سیکوریٹی بھی فراہم کر دی ہے، انصاف کا تقاضہ تھا کہ یشونت سنہا کو بھی سیکوریٹی فراہم کی جاتی، لیکن ایسا نہیں ہوا، وزیر اعظم نریندر مودی نے یہ ذمہ داری راج ناتھ سنگھ کو سونپی ہے کہ وہ اپنے امیدوار کے حق میں دوسری پارٹیوں کی آرا ہموار کریں، بظاہر یہ بہت مشکل بھی نہیں ہے، لیکن مشہور ہے کہ سیاست اور کرکٹ میں کچھ بھی ناممکن نہیں ہوتا، مہاراشٹرا کی مخلوط حکومت کا حشر ہمارے سامنے ہے، یقین تو یہی ہے کہ این ڈی اے امیدوار دروپدی مرمو جیت جائیں گی، وہ خاتون ہیں، آدی باسی ہیں اور پارٹیاں ۲۰۲۴ء کے انتخاب کے پیش نظر ان کو نظر انداز نہیں کر سکیں گے گی، بھاجپا اور این ڈی اے کی حلیف پارٹیوں کے ذریعہ دروپدی مرمو کا انتخاب یہ بتاتا ہے کہ آزادی کے پچھتر سال کے بعد بھی ہمارے یہاں علاقائی اور طبقاتی ترجیحات دور غلامی کی طرح ہی ہے، تبھی تو بھاجپا کے صدر جے پی نڈا نے اس نام کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ ان کا انتخاب تین وجہ سے ہوا، وہ پورب کے علاقہ سے آتی ہیں، عورت ہیں اور آدی باسی ہیں، یعنی اس انتخاب میں علاقہ، قبیلہ اور صنفی جنس کا دھیان رکھا گیا ہے۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ ✍: مولانا رضوان احمد ندوی

جناب محمد شریف قریشی - ایک چراغ تھا، گل ہو گیا

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے ترجمان ہفتہ وار نقیب کے مسودہ مضامین پر نظر ثانی، حذف واضافہ اور تنقیح وتسوید میں مصروف تھا کہ اچانک موبائل کی گھنٹی بجی، فون ریسیو کیا، ادھر سے ہمارے رفیق کار منیجر نقیب مولانا محمد اسعد اللہ قاسمی صاحب نے کہا کہ کچھ خبر ہے، ۱۵؍جون ۲۰۲۲ء کی شب تقریباً ساڑھے نو بجے ہم سب کے محسن جناب محمد شریف قریشی صاحب رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس اندوہناک خبر سے دل ودماغ پر سناٹا چھا گیا، ماضی کی باتیں اور یادیں تازہ ہونے لگیں، یقین مانیے کہ ان کی اچانک موت انسانی زندگی کے لئے یہ پیام ہے کہ زندگی کیا ہے، محض ایک طائر جو شاخ پر بیٹھا اور چہچہاتا ہوا اڑ گیا، ان کی زندگی طوفانی ہنگاموں کی تو نہ تھی، لیکن تعمیری کاموں سے ضرور معمور رہی، وہ بڑے خوش اخلاق، خوش مذاق، اور خوش گفتار آدمی تھے، ادھر چند سالوں سے علالت کا سلسلہ چل رہا تھا، دوا وعلاج جاری تھا، مگر موت کا ایک وقت مقرر ہے، رب ذو الجلال کا حکم ہوا اور اپنے مالک جہاں سے جا ملے، ان کی نماز جنازہ مولانا محمد اسعد اللہ قاسمی صاحب نے پڑھائی اور پھر حاجی حرمین قبرستان پھلواری شریف، پٹنہ میں ان کی تدفین ہوئی، اللہ ان کے اعمال حسنہ کے صلہ میں ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

چھپ گیا آفتاب شام ہوئی
اک مسافر کی رہ تمام ہوئی

جناب قریشی صاحب کی ولادت ۶؍جنوری ۱۹۴۶ء کو جھارکھنڈ کے گڑھوا میں ہوئی، ابتدائی تعلیم پانے کے بعد معیاری عصری تعلیم ڈالٹین گنج، رانچی اور پٹنہ میں حاصل کی، جب تعلیم کا سلسلہ ختم ہوا تو سرکاری ملازمت سے وابستہ ہوئے اور بڑے نامی گرامی عہدوں پر فائز رہے، پہلے بہار گورنمنٹ کے کمرشیل ٹیکس ڈپارٹمنٹ کے اسسٹنٹ کمشنر رہے، جب ۲۰۰۴ء میں اس سے ریٹائر ہوئے تو ۲۰۰۵ء میں حکومت بہار کے پندرہ نکاتی پروگرام کمیٹی کے چیئرمین بنے، انہوں نے وکالت کی بھی ڈگری حاصل کر رکھی تھی، اس لئے وہ بھی بھی وکالت بھی کیا کرتے تھے، چونکہ انہیں لکھنے پڑھنے کا صاف ستھرا ذوق تھا اس لئے مضمون نگاری، کالم نویسی، اور شعر وادب وسخن فہمی میں بھی طبع آزمائی کرتے رہے، چنانچہ ان کا ایک شعری مجموعہ "بیتے ہوئے لمحے" بھی منظر عام پر آیا، جس سے ان کے شعری ذوق کا اندازہ ہوتا ہے، ان کا کلام معیاری اور پرواز بلند ہوا کرتی تھی، ان کا ایک دوسرا بڑا علمی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے ۲۰۱۸ء میں قریشی برادری کی تاریخ پر ایک دستاویزی کتاب مرتب کی جو ۲۰۱۹ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی، میرے مطالعہ سے یہ کتاب گذری ہے، اس میں انہوں نے دلائل وشواہد سے ثابت کیا ہے کہ ہندوستان میں قریشی برادری عربی النسل ہے، کچھ لوگ تجارت کی غرض سے یہاں آئے اور بود وباش اختیار کر لی اور چند اصحاب حملہ آوروں کی فوج کے ساتھ ہندوستان آئے اور کئی شہروں میں پھیل گئے، ایک جگہ انہوں نے لکھا کہ محمد بن قاسم جب ۷۱۲ء میں سندھ پر حملہ آور ہوئے تو ان کی فوج میں زیادہ تر قریشی ہی شامل تھے، محمد بن قاسم خود بھی قریشی تھے، سندھ فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم لوٹ نہیں گئے بلکہ باضابطہ سندھ علاقے میں اپنی حکومت قائم کی اور نزدیک اور دور کے علاقوں کو فتح کیا، ان جگہوں پر بہت سے قریشی آباد ہوئے، پھر یہیں سے قریشیوں کی آبادی لاہور، کراچی، ہریانہ اور دہلی کے کئی علاقوں میں پھیلی (صفحہ ۱۷) اس کتاب میں انہوں نے قریشیوں کے بارے میں ایسی ایسی نایاب اور تاریخی باتیں لکھی ہیں جو اکثر عام لوگوں کی معلومات سے ماورا ہیں، انہوں نے اپنی کاوشوں سے حقیقت واقعہ کو اجاگر کیا، اس لحاظ سے یہ کتاب نہیں بلکہ ایک دستاویز ہے جو ہندوستان کے ہر قریشیوں کے پاس رہنی چاہیے۔

یوں تو مرحوم سے اخباری بیانات کے ذریعہ غائبانہ تعارف تھا، لیکن بالمشافہ پہلی ملاقات ۱۹۹۷ء میں ہوئی اس ملاقات نے دل ودماغ پر ایک نقش چھوڑا، تعارف اور ملاقات کے بعض نقوش بہت جلد مٹ جاتے ہیں، بعض دیر سے اور کچھ نقوش انمٹ ہوتے ہیں قریشی صاحب سے ملاقات کا نقش نہ مٹنے والا نقش ثابت ہوا، جب وہ مستقل ملت کالونی سکٹر ۳، پھلواری شریف پٹنہ میں قیام پذیر ہوئے تو میں ان دنوں ان کی رہائش کے سامنے ایک صاحب کے مکان میں کرایہ پر رہا کرتا تھا، اس لئے اکثر ملاقاتیں ہو جایا کرتی تھیں، جس سے روز بروز قلبی تعلق بڑھنے لگا، زمانہ تیزی سے گذرتا رہا، لیکن تعلقات میں کبھی نا خوشگواری اور دوری پیدا نہیں ہوئی، بلکہ ان کے اخلاص اور محبت پر اعتماد بڑھتا رہا، عید کے مبارک موقعہ پر فون کر کے اپنی رہائش گاہ پر طلب فرماتے اور انواع واقسام کی لذیذ اور مرغوب غذاؤں سے خاطر ومدارات کرتے، خوش گپیاں ہوتیں، وہ گفتگو بہت شائستہ، نرم اور شریں انداز میں کیا کرتے تھے، گفتگو اس قدر پر لطف انداز میں کرتے کہ سننے والے کو اکتاہٹ نہ ہوتی، ویسے ان کی شخصیت بھی باوقار تھی، قد وقامت، چہرہ وبشرہ سے متانت وسنجیدگی ظاہر ہوتی تھی، جن لوگوں نے ان کی زیارت کی ہے وہ اس بات کی شہادت دیں گے، ان کی نجی زندگی بڑی پاکیزہ رہی، صوم وصلوٰۃ کے بڑے پابند تھے، نفاست پسندی ایسی تھی کہ ہمیشہ سفید کرتا پائجامہ زیب تن کرتے جس سے ان کا وقار واعتبار دو بالا ہو جاتا تھا، گھر کا سودا سلف خود خریدتے تھے اور عمدہ ومعیاری سامان خریدتے، اگر کسی سے کچھ کہنا ہوتا تو برملا اس کو کہہ دیتے تھے، بلاشبہ وہ بڑے رکھ رکھاؤ کے آدمی تھے، ملی اجتماعات میں بڑے شوق سے تشریف لے جاتے، میٹنگوں میں بھی شریک ہوتے اور صائب رائے دیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں تین بیٹے اور چار بیٹیوں سے نوازا تھا، بلاشبہ وہ بڑی خوبیوں اور صلاحیتوں کے آدمی تھے، ان کے وصال سے ملت ایک بڑے ہمدرد وغمگسار انسان سے محروم ہو گئی، اللہ تعالیٰ ان کے حسنات کو قبول فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب کرے۔ اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق مرحمت فرمائے اور انہیں اپنے والد کے نقش قدم پر چلنے اور ان کے مقصد زندگی کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا کرے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے۔

کتابوں کی دنیا ✍: مولانا رضوان احمد ندوی

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

حضرت مولانا شاہ محمد عبد الرحیم مجددی، حیات وخدمات (اول)

برصغیر ہندوپاک کے ممتاز عالم دین اور صاحب شریعت وطریقت بزرگ حضرت مولانا شاہ محمد عبد الرحیم نقشبندی مجددی (المتوفی ۹۴ء) کی علمی ودینی شخصیت محتاج تعارف نہیں، انہوں نے راجستھان، گجرات اور اتر پردیش کے بعض علاقوں کو اپنی دعوت وتبلیغ کا مرکز بنایا اور اپنی اصلاحی کوششوں سے ہزاروں گھروں میں اسلام کی روشنی پہونچائی، یقین مانیے کہ آپ نے اصلاح وتربیت کا ایک بڑا کارنامہ انجام دیا، جس کو عرصہ تک یاد رکھا جائے گا، حضرت مجددیؒ نے تعلیم وتربیت کے میدان میں بھی مثالی کردار ادا کیا، جے پور راجستھان میں جامعۃ الہدایہ کے نام سے ایک ایسا با فیض دینی ادارہ قائم کیا جس کے نظم ونسق اور حسن انتظام کی آج بھی مثال دی جاتی ہے، اس ادارہ نے مختصر مدت قیام میں ملک اور بیرون ملک بڑی شہرت وناموری حاصل کی، آپ کی دینی وعلمی خدمات اور عام لوگوں کے لیے اصلاح باطن کا دائرہ کار بڑا وسیع تھا۔

چنانچہ مخدوم گرامی قدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے لکھا ہے کہ مولانا شاہ عبد الرحیم مجددی کے اہم کارناموں میں جہاں ایک طرف نسل نو کی تربیت، عوام کی رہنمائی اور ان کو صحیح راستے پر لانے کی کوشش ہے اور اس میدان میں وہ پوری سرگرمی سے لگے رہے اس کے لئے انہوں نے اسفار کئے اور ان کو اس راہ میں بڑے مجاہدے کرنے پڑے، ان کی ان کوششوں کا بڑا اچھا اثر مرتب ہوا، ان کے اسفار راجستھان، گجرات اور اتر پردیش کے بعض علاقوں میں ہوئے جہاں ان سے فیض یافتگان کی بڑی تعداد ہے (صفحہ ۱۳) بہر حال اس حقیر کو متعدد بار اس ادارہ کی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی، وہاں کے علمی ماحول اور دیدہ زیب ودلکش عمارتوں نے دل ودماغ میں تازگی عطا کر دی، اس ادارہ کی عالمی شہرت کے باعث آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا گیارہواں اجلاس ۹، ۱۰؍اکتوبر ۹۳ء کو منعقد ہوا، جو بہت ہی کامیاب اور با مقصد رہا، یہ سب حضرتؒ کے اخلاص وللٰہیت، رجوع وانابت الی اللہ کا ثمرہ تھا، مقام مسرت ہے کہ حضرت شاہ صاحب کی ہمہ جہت دینی وعلمی شخصیت پر ملک کے متعدد مشاہیر علماء ونامور دانشوروں نے گرانقدر قیمتی مقالات سپرد قلم کئے، جس کو حضرتؒ کے صاحبزادے محترم اور ملی وروحانی پیشوا حضرت مولانا فضل الرحیم مجددی سکریٹری بورڈ کی ہدایت ورہنمائی میں جامعۃ الہدایہ کے مؤقر استاد اور ہمارے فاضل دوست محب مکرم جناب مولانا محمد شمشاد ندوی نے سلیقہ سے مرتب کیا۔ زیر تبصرہ کتاب انہیں مقالات کا حسین مجموعہ ہے، اس مجموعہ میں 151 نامور اصحاب قلم کی نگارشات ہیں، جس میں ارباب فکر ونظر نے حضرت کے علم وفضل اور ان کی تعلیمات پر مفصل روشنی ڈالی ہے، جن حضرات کے قیمتی مضامین شامل ہیں ان میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، حضرت مولانا محمد سالم قاسمی، حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی، حضرت مولانا عبد اللہ عباس ندوی، مولانا واضح رشید ندوی، ڈاکٹر محمد اشتیاق قریشی، ڈاکٹر علی احمد ندوی، ڈاکٹر عباد الرحمٰن نشاط، پروفیسر عتیق احمد صدیقی، مولانا شمس الحق ندوی، ڈاکٹر ابو الحیات اشرف، پروفیسر محمد شریف خان، قاضی نور السلام ایڈوکیٹ، جناب ایم وودو ساجد، جناب ظفر احمد صدیقی، عبد الفتاح، سید ابوظبی کی وقیع تحریریں دعوت مطالعہ دیتی ہیں، ان حضرات کے مضامین کے علاوہ مشاہیر کے تعزیت نامے، اخبارات کے تراشے، اور منظوم خراج عقیدت زیب قرطاس ہیں، جس کے مطالعہ سے حضرت کی زندگی کے بعض ایسے گوشے سامنے آجاتے ہیں جو اس سے پہلے کم ہی لوگوں کے علم میں تھے۔

گرچہ کتاب میں کوئی تصنیفی ترتیب نہیں ہے، مگر کتاب پراز معلومات ہے، اس کی دوسری جلد کی بھی تیاری چل رہی ہے، اس سلسلہ میں مضمون نگاروں سے رابطہ کیا جا رہا ہے، ایک نامہ میرے نام بھی آیا ہے، جس سے پتہ چلا کہ الہدایہ اسلامک ریسرچ سنٹر کے زیر اہتمام حضرتؒ پر تاریخی سیمینار منعقد ہونے والا ہے، گویا کہ یہ پہلی جلد نقش اول ہے جو کہ مقالہ نگاروں کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے، ویسے زیر تبصرہ کتاب بھی قابل قدر تالیف ہے، امید ہے کہ یہ کتاب مقبول ہوگی اور اسکے ذریعہ نہ صرف بزرگوں کے حالات اور کارناموں سے واقفیت حاصل ہوگی، بلکہ موجودہ دور میں اسلام کی دعوت وتبلیغ کے لئے اس سے رہنمائی بھی حاصل ہوگی۔ کتاب کی طباعت اور کمپوزنگ دونوں معیاری ہے، کتاب کے مرتب نے یہ کتاب شائع کر کے ایک بہت ہی مفید کام انجام دیا ہے، 448 صفحات پر مشتمل کتاب کی قیمت تین سو روپے رکھی گئی ہے، ناشر کتاب حضرت مولانا فضل الرحیم مجددی صاحب بڑے ہی کشادہ قلب اور دریا دل بزرگ عالم دین ہیں، اگر آپ کے اندر سچی طلب ہو تو حضرت مدظلہ انشاء اللہ مایوس نہیں فرمائیں گے۔ اس لئے آپ موبائل نمبر 9460866130 یا ای میل mfazlurrahim@yahoo.com پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

حکایات اہل دل

قلم: مولانا رضوان احمد ندوی

حضرت عبداللہ ابن عمراور اتباع سنت صلی اللہ علیہ وسلم

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حج کے لئے سفر پر چلے، راستہ میں انہوں نے اپنی سواری کو ایک جگہ پر روکا، نیچے اترے اور ویرانے میں ایک طرف گئے جیسے کوئی آدمی قضائے حاجت کے لئے جاتا ہے، پھر ایک جگہ پر بیٹھ گئے، لگتا یوں تھا فراغت حاصل کرنے کے لئے بیٹھے ہیں، مگر وہ فارغ نہیں ہوئے، بلکہ ایسے ہی واپس آگئے اور اونٹ پر بیٹھ کر چل پڑے، ساتھیوں نے پوچھا، حضرت آپ کے اس عمل کی وجہ سے ہمیں رکنا پڑا ہے، حالانکہ آپ کو فراغت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں تھی، وہ فرمانے لگے کہ اس لئے نہیں رکا تھا کہ مجھے ضرورت تھی، بلکہ اصل میں بات یہ ہے کہ میں نے ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی راستے سے سفر کیا تھا، اسی جگہ پر میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم رکے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ پر جا کر قضائے حاجت سے فراغت حاصل کی تھی، میرا جی چاہا کہ میں بھی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کے مطابق اپنا عمل کروں، اس سے اندازہ لگایئے کہ وہ نبی علیہ السلام کی اداؤں کے کتنے محافظ تھے، وہ جو کچھ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنتے تھے یا ان کو کرتے ہوئے دیکھتے تھے اس کے مطابق عمل کرتے تھے۔ (خطبات ذوالفقار: ۸؍۱۵۷)

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاظ

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دروازہ تھا، جہاں سے اکثر عورتیں آیا کرتی تھیں اور جب عورتیں نہیں ہوتی تھیں تو کبھی کبھی مرد بھی اس دروازے سے آجایا کرتے تھے، ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے فرمایا، کتنا اچھا ہوتا کہ اس دروازے کو عورتوں کے لئے چھوڑ دیا جاتا، یہ سن کر مردوں نے اس دروازے سے آنا چھوڑ دیا، حتی کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ان الفاظ کو سننے کے بعد پوری زندگی کبھی بھی اس دروازے سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل نہیں ہوئے، سبحان اللہ، ان کا ایک ایک کام نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اداؤں کا مظہر ہوا کرتا تھا، اللہ رب العزت نے ان کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایسا عشق عطا فرمایا تھا کہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر بات یاد رہتی تھی، انہوں نے اپنے اپنے دماغوں میں بھی اس علم کو یاد رکھا اور اپنے جسم کے اعضاء پر بھی اس علم پر عمل کے ذریعہ یادیں تازہ رکھیں۔ (خطبات: ۸؍۱۵۸)

دربار شاہی میں حضرت حذیفہؓ کا سنت پر عمل

مشہور روایت ہے کہ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ فارس تشریف لے گئے، شاہی دسترخوان پر کھانے کے لئے بیٹھے، ان سے ایک لقمہ نیچے گر گیا، انہوں نے اس لقمہ کو اٹھایا اور صاف کر کے کھالیا، بعض وزراء نے کہا یہاں کے امراء اس عادت کو ناپسند کرتے ہیں، آپ یہ لقمہ اٹھایا اور صاف کر کے کھائے، فرمانے لگے "أأترك سنة حبيبي لهؤلاء الحمقاء" کیا میں ان احمقوں کی خاطر اپنے آقا اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ دوں، سوچئے تو سہی کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک ایک سنت پر کتنی محبت سے عمل کیا، وہ علم کے بھی وارث بنے، عمل کے بھی وارث بنے، احوال کے بھی وارث بنے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری اداؤں کے بھی وارث بنے، اسی طرح یہ عمل صحابۂ علم سے امت تک آگے پہونچا جس طرح میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اس کو دے گئے تھے۔ (خطبات ذوالفقار: ۳؍۱۸۳)

میرا سر آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوجائے

ایک صحابیؓ حبشہ کے رہنے والے تھے، وہ جب بھی نہا کر نکلتے، تو ان کا جی چاہتا تھا کہ میں بھی اپنے سر میں اسی طرح درمیان میں مانگ نکالوں، جس طرح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نکالا کرتے ہیں، لیکن حبشی نژاد ہونے کی وجہ سے ان کے بال گھنگھیالے، چھوٹے اور سخت تھے، اس لئے ان کی مانگ نہیں نکل سکتی تھی، وہ اس بات کو سوچ کر بڑے اداس رہتے تھے، کہ میرے سر کو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک سر کے ساتھ مشابہت نہیں ہے، ایک دن چولہا جل رہا تھا، انہوں نے لوہے کی سلاخ لے کر اس آگ میں گرم کی اور اپنے سر کے درمیان میں اس سلاخ کو پھیر لیا، گرم سلاخ کے پھرنے سے ان کے بال بھی جلے اور جلد بھی جلی، اس سے زخم بن گیا، جب زخم درست ہوا تو ان کو اپنے سر کے درمیان ایک لکیر نظر آتی تھی، لوگوں نے کہا تم نے اتنی تکلیف کیوں اٹھائی؟ وہ فرمانے لگے کہ میں نے تکلیف تو برداشت کرلی ہے، لیکن مجھے اب اس بات کی بہت زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ میرے سر کو اب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک سر کے ساتھ مشابہت نصیب ہوگئی ہے۔ (خطبات ذوالفقار: ۳؍۱۵۹)

مہلت زندگی کا عجیب واقعہ

مہلت زندگی کو سمجھنے کے لئے ایک واقعہ کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کا باغ تھا اور اس باغ کا کئی حصہ تھا اور ہر حصہ میں پھل لگے ہوئے تھے، چنانچہ بادشاہ نے ایک آدمی کو بھیجا کہ اس باغ سے پھل توڑ کر لاؤ، کوشش کرنا کہ تم اچھے پھل توڑ کر لانا، میں تم سے خوش ہوں گا اور تمہیں انعام دوں گا، لیکن میری ایک شرط ہے کہ جس حصہ سے ایک دفعہ گذر جاؤ گے اس میں تمہیں دوبارہ واپس آنے کی اجازت نہیں ہوگی، چنانچہ اس آدمی نے ٹوکری ہاتھ میں لی اور باغ میں داخل ہوا، اس نے دیکھا کہ پہلے حصہ میں بہت اچھے پھل لگے ہوئے تھے، دل میں آیا کہ یہاں سے پھل توڑلوں، پھر سوچا کہ اگلے حصہ میں دیکھ لیتا ہوں۔ جب اگلے حصہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ وہاں بہت اچھے پھل لگے ہوئے ہیں، دل میں خیال آیا کہ یہاں سے پھل توڑوں، پھر سوچا کہ اگلے حصہ میں سے جا کر توڑلوں گا، ہوسکتا ہے کہ وہاں اور بہتر ہو۔ جب وہاں جا کر دیکھا تو اور بہتر پھل لگے ہوئے تھے۔ دل میں خیال آیا کہ یہاں سے پھل توڑلوں، پھر سوچنے لگا، نہیں میں اپنی ٹوکری میں سب سے بہترین پھل لے کر جاؤں گا، اس لئے اگلے حصہ میں دیکھتا ہوں۔ جب اگلے حصہ میں گیا تو دیکھتا ہے کہ وہاں پر بہت ہی بہترین پھل لگے ہوئے ہیں۔ دل میں خیال آیا کہ یہاں سے پھل توڑلوں، پھر سوچا اگلے حصہ سے توڑلوں گا، جب آخری حصہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ اس حصے کے درختوں پر پھل نہیں لگے ہوئے تھے۔ وہاں رونے لگا کہ کاش مجھے پتہ ہوتا تو میں پہلے حصوں میں سے پھل توڑ لیتا۔ آج میری ٹوکری خالی تو نہ ہوتی۔

اے انسان! تیری زندگی کی مثال ایسی ہی ہے۔ تیرا ہر دن تیرے لئے باغ کا حصہ ہے۔ تو اس میں پھلوں کو توڑ سکتا ہے یعنی نیکی کما سکتا ہے۔ لیکن انسان یہی سوچتا ہے کہ میں آج نہیں کل نیکی کرلوں گا۔ اور یہی آج کل کرتے کرتے بالآخر انسان کو موت آجاتی ہے۔ پھر اسے اتنی مہلت بھی نہیں ملتی کہ اپنے گھر والوں کو وصیت کرے "اذا جاء اجلهم فلا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون" موت آجاتی ہے تو نہ ایک لمحہ آگے نہ ایک لمحہ پیچھے ہوتی ہے۔ بس انسان کو اپنے وقت پر جانا ہوتا ہے، اگر پانی کا پیالہ ہاتھ میں ہو تو اتنی بھی توفیق نہیں ہوتی کہ وہ پانی کا پیالہ پی لے حتی کہ آدھا سانس اندر ہوتا ہے اور آدھا باہر آتا ہے اور وہیں اس کی روح کو قبض کرلیا جاتا ہے۔

قبر کیا سلوک کرتی ہے؟

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ جنازہ پڑھنے گئے... جنازہ پڑھنے کے بعد قبرستان میں ایک قبر کے پاس کھڑے ہو کر انہوں نے رونا شروع کردیا، لوگوں نے پوچھا، حضرت! آپ تو اس جنازہ کے سرپرست تھے آپ پیچھے کیوں کھڑے ہوگئے؟ فرمانے لگے کہ مجھے اس قبر میں سے ایسی آواز محسوس ہوئی جیسے یہ میرے ساتھ ہم کلامی کررہی ہے لوگوں نے پوچھا کہ قبر نے آپ کے ساتھ کیا ہم کلامی کی؟ فرمایا کہ قبر نے مجھ سے ہم کلامی کی کہ اے عمر بن عبدالعزیز! تو مجھ سے یہ کیوں نہیں پوچھتا کہ جو بندہ میرے اندر آتا ہے تو میں اس کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں؟ میں نے کہا بتادو۔ قبر کہنے لگی کہ میں اس کے ساتھ یہ سلوک کرتی ہوں کہ:

☆اس کے گوشت کو کھا جاتی ہوں۔ ☆اس کی انگلیوں کے پوروں کو اس کے ہاتھوں سے جدا کردیتی ہوں۔ ☆اس کے بازوؤں کو اس کے جسم سے جدا کردیتی ہوں۔ ☆یوں اس کی ہڈیوں کو جدا کر کے ان کو بھی کھا جاتی ہوں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرمانے لگے کہ جب قبر نے یہ بات کہی تو مجھے رونا آگیا۔ (خطبات ذوالفقار، ص: ۱۰؍۱۷۹)

اپنی پچھلی حالت کو نہ بھولئے

سلطان محمود غزنویؒ ایک بڑا نیک بادشاہ گذرا ہے۔ اس کے پاس ایک غلام تھا جس کا نام ایاز تھا، وہ ایک دیہاتی آدمی تھا لیکن جب وہ بادشاہ کے پاس آیا تو ایک اچھا خدمت گار ثابت ہوا، بادشاہ کو اس کی خدمت پسند آگئی اس لئے بادشاہ نے اسے اپنے مقربین میں شامل فرمالیا، اب دوسرے مصاحبین کے دلوں میں حسد پیدا ہوا کہ اس کی اتنی ہمت افزائی کیوں ہوتی ہے؟ اب وہ حاسدین آپس میں مشورہ کرتے رہتے کہ ہم اس کو کیسے بادشاہ کی نظر سے گرائیں، تاکہ یہ یہاں سے دور ہو جائے۔ چنانچہ وہ موقع کی تلاش میں رہتے تھے۔ حسد کی آنکھیں نہیں ہوتیں مگر اس کے کان بہت بڑے ہوتے ہیں۔ اس لئے حاسدین چھوٹی چھوٹی باتیں سن کر ان کا بتنگڑ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک دن ان لوگوں نے مل کر بادشاہ سے کہا کہ بادشاہ سلامت! ہم آپ کے مقرب ہیں، پڑھے لکھے ہیں، خاندانی لوگ ہیں اور امراء بھی ہیں لیکن آپ کی محبت کی جو نظر ایاز پر ہے وہ اور کسی پر نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا ٹھیک ہے، میں آپ کو اس کا جواب دوں گا۔

ایک دن بادشاہ نے ایک پھل منگوایا جو بہت ہی کڑوا تھا، اس نے اس کی قاشیں بنوائیں اور ایک ایک قاش اپنے مصاحبین میں تقسیم کروادی۔ ایک قاش ایاز کو بھی دی۔ اب جس نے بھی وہ پھل کھایا اسے بہت ہی کڑوا لگا، ہر ایک نے کہا کہ بادشاہ سلامت! یہ پھل تو بہت ہی کڑوا ہے، لیکن جب بادشاہ نے ایاز کو دیکھا تو وہ مزے سے پھل کھا رہا تھا۔ بادشاہ نے پوچھا، ایاز! آپ کو پھل کڑوا نہیں لگ رہا ہے؟ عرض کیا، بادشاہ سلامت! کڑوا تو بہت ہے۔ بادشاہ نے کہا، آپ تو بڑے آرام سے کھا رہے ہیں۔ کہنے لگا۔ مجھے خیال آیا کہ آپ کے جن ہاتھوں سے میں زندگی میں سینکڑوں مرتبہ میٹھی چیزیں لے کر کھا چکا ہوں، اگر ان ہاتھوں سے آج کڑوی چیز بھی مل گئی تو میں اس کو کیسے واپس کردوں؟ لہذا مجھے واپس کرتے ہوئے شرم محسوس ہوئی اور میں نے کڑوی چیز بھی کھالی۔

مولانا روم فرماتے ہیں کہ کاش! ہمارے اندر بھی یہ خوبی پیدا ہوجائے کہ ہم ہر حال میں اللہ تعالی کی نعمتوں کا استعمال کرتے ہوئے اس کی شکر گذاری بجالائیں۔ جس پروردگار نے ہمیں ہزاروں خوشیاں عطا فرمایں اگر کبھی کوئی غم اور تکلیف کی بات بھی پیش آجائے تو ہمیں چاہئے کہ ہم نہ تو اللہ تعالی کا شکوہ کریں اور نہ ہی اس کا در چھوڑیں۔ آج تو اللہ تعالی کی نعمتوں کی انتہا نہیں۔ اس کے باوجود ہمیں شکر کرنے کا پتہ ہی نہیں۔

اپنے کو احکام الٰہی سے آراستہ رکھنے کا بدلہ

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید فرماتے ہیں کہ حضرت سریؒ کے یہاں ایک عورت ان کی شاگرد رہتی تھی اور اس عورت کا ایک لڑکا معلم کے پاس رہتا تھا، ایک روز معلم نے اس لڑکے کو پن چکی پر بھیج دیا وہ لڑکا پانی میں دوب گیا، معلم نے حضرت سری کو اطلاع دی۔

حضرت سری مع اپنے اصحاب کے اس کی والدہ کے پاس آئے اور صبر کے متعلق بہت طویل بیان کیا، اس نے سن کر عرض کیا کہ حضرت آپ اس بیان سے کیا مقصد ہے؟ فرمایا کہ تمہارا بیٹا پانی میں ڈوب گیا، کہا میرا بیٹا؟ فرمایا تیرا بیٹا، کہا ہرگز نہیں حق تعالی نے ایسا نہیں کیا، حضرت سریؒ نے پھر مکرر فرمایا کہ تمہارا بیٹا ڈوب گیا ہے اس میں کچھ شک نہیں کہا اگر فی الواقع یہ صحیح ہے تو مجھ کو اس موقع پر لے چلو۔

الغرض سب اس نہر پر گئے اور اس کو بتایا کہ وہ یہاں پر مردہ پڑا ہوا ہے۔ اس نے اس کو پکارا "بیٹا محمد" اس نے فی الفور جواب دیا اماں حاضر ہوں یہ آواز سن کر وہ پانی میں اتری اور اس کا دست بیمیں پکڑ کر نکال لیا اور لے کر اپنے گھر چلی گئی۔

اس واقعہ عجیبہ سے حضرت سریؒ نے حضرت جنیدؒ کی طرف عنان التفات منصرف فرمائی اور عرض کیا کہ یہ کیا قصہ ہے فرمایا یہ عورت احکام الٰہیہ کے حلیہ سے اپنے کو آراستہ و پیراستہ رکھتی ہے، اس کی برکت سے اللہ تعالی کا معاملہ اس کے ساتھ یہ ہے کہ اس کے متعلق جب کوئی واقعہ ہوتا ہے اسے پہلے اطلاع کی جاتی ہے اور اس غرق کے واقعہ سے اسے آگاہی نہیں دی گئی اس سے اس نے انکار کیا اور نہایت پختگی سے کہا کہ اللہ تعالی نے ایسا نہیں کیا۔ رحم الله عليها ونفعنا بها.

Scanned with CamScanner

دین وشریعت کی بنیاد

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

دین اسلام اور اسلامی شریعت کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وہدایت پر ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو علوم اور احکام آپ لائے، جو قرآن مجید میں اور حدیثوں میں محفوظ ہیں، وہی دین اسلام کی اساس اور بنیاد ہیں، پھر ان میں سے کچھ کا تعلق اعتقاد سے ہے اور کچھ کا اعمال سے، یعنی آپ کی لائی ہوئی ہدایت میں ایک حصہ تو وہ ہے جس میں کچھ ایسی حقیقتوں کو اطلاع دی گئی ہے جن کو ہم از خود نہیں جان سکتے تھے اور ہم کو یہ حکم ہے کہ ان حقیقتوں کو ہم مانیں اور ان پر ایمان لائیں۔ یہ اسلام کا ایمانی اور اعتقادی حصہ ہے اور یہ بنیادی اہمیت رکھتا ہے اور دوسرا حصہ وہ ہے جس میں عملی زندگی کے متعلق احکام ہیں کہ یہ کام کرو اور یہ نہ کرو، یہ اسلام کا عملی حصہ ہے اور پھر اس میں بہت سے شعبے ہیں، مثلاً عبادت کا شعبہ، اخلاق اور آداب کا شعبہ، معاملات کا شعبہ، معاشرت کا شعبہ، دین کی دعوت ونصرت کا شعبہ، سیاست وحکومت کا شعبہ وغیرہ وغیرہ۔ اسلام ان سب کو حاوی ہے اور یہ سب اس کی شاخیں ہیں۔

پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ دین وشریعت کی خاص اصطلاح میں ایمان اس کو کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول کو اللہ کا رسول مانا جائے اور یقین کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ہدایت کے واسطے وحی کے ذریعہ ان کو بہت سی وہ باتیں بتلاتا ہے، جو ہم آنکھ، کان وغیرہ اپنے علمی ذرائع سے معلوم نہیں کر سکتے اور اس بناء پر ان کی ان سب باتوں کی تصدیق کی جائے، جو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچائیں اور ان پر یقین کیا جائے اور ان کے لائے ہوئے دین کو دین حق کی حیثیت سے قبول کیا جائے، پس کسی آدمی کے مومن ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ان سب باتوں کو حق مانے جن کی اطلاع اللہ کے پیغمبر نے دیں، اگر ان میں سے کسی ایک چیز کا بھی کسی نے انکار کیا تو وہ مومن نہیں ہوسکتا، مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول بھی مانتا ہوں اور آپ نے اللہ کی توحید اور اس کی صفات کے بارے میں جو کچھ بتلایا ہے اس کو بھی میں حق مانتا ہوں، لیکن قیامت اور جنت ودوزخ کے متعلق جو کچھ آپ نے اطلاع دی ہیں (جو ہم قرآن وحدیث میں پڑھتے ہیں) ان کو میری عقل قبول نہیں کرتی، لہٰذا میں اس کو تسلیم نہیں کرتا، تو ایسا شخص مومن نہیں ہوسکتا۔

الغرض ایمان اس کا نام ہے کہ "کل ماجاء بہ الرسول من عند اللہ" کی تصدیق کی جائے، یعنی ان سب باتوں کو حق مانا جائے اور قبول کیا جائے جو پیغمبر، اللہ کی طرف سے پہنچائے اور بتلائے۔

اس کے بعد معلوم ہونا چاہئے کہ جن باتوں پر ایمان لانے اور اعتقاد رکھنے کا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے، ان میں سے کچھ کا تعلق اللہ کی ذات وصفات سے ہے اور کچھ کا تعلق دوسری چیزوں سے ہے، مثلاً: رسولوں سے، ملائکہ سے، قیامت سے، ہم پہلے دین کے ان ایمانی اور اعتقادی حصے کو لیتے ہیں جس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے، کیونکہ مقصدی حیثیت سے یہی حصہ سب سے زیادہ اہم ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ہستی: اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کو مانا جائے، یعنی اس پر یقین کیا جائے کہ اس ساری کائنات کی پیدا کرنے والی اور عالم کے اس کارخانہ کو چلانے والی ایک ہستی ہے اور وہ اللہ ہے۔

یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لینی چاہئے کہ تاریخ سے اور دنیا کی مذہبی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا عقیدہ دنیا کی قوموں میں ہمیشہ سے رہا ہے، یعنی اتنی بات ہر زمانہ میں اور تمام قوموں میں مانی جاتی رہی ہے کہ اس دنیا کا کوئی پیدا کرنے والا ہے اور وہ بڑی طاقتوں والا ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں مختلف زمانوں اور مختلف قوموں میں آنے والے جن پیغمبروں کا ذکر کیا گیا ہے ان کی تعلیم اور دعوت کے سلسلہ میں توحید وغیرہ کا تو ذکر آتا ہے لیکن اس کا پتہ نہیں چلتا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ماننے پر کوئی خاص زور دینے کی ضرورت سمجھی ہو۔

خود قرآن مجید میں اللہ کی توحید اور اس کی صفات کے بیان سے پر ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کا وجود منوانے پر اس میں اتنا زیادہ زور نہیں دیا گیا ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ ساری انسانی دنیا کا گویا یہ ایک مسلمہ مسئلہ رہا ہے اور انسانوں کی فطرت اگر بالکل مسخ نہ ہوجائے تو اس کائنات کے پیدا کرنے والے کی ہستی کا مسئلہ ان کے لئے ایسا ہی فطری اور بدیہی ہے جیسا کہ اپنے وجود اور اپنی ہستی کا مسئلہ، اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے اس زمانہ میں بھی جس کو دہریت کا زمانہ کہا جاتا ہے، ان مغربی ممالک میں بھی جو دہریت کا سرچشمہ سمجھے جاتے ہیں، خدا کے منکروں کی تعداد خدا کے ماننے والوں کے مقابلہ میں آٹے میں نمک سے زیادہ نہیں ہے حتی کہ روس جو خدا بیزاری اور خدا دشمنی کا مرکز سمجھا جاتا ہے اور وہاں بھی خدا کے منکر خدا کے ماننے والوں کی بہ نسبت اقلیت میں ہیں۔

ہر حال ہمارا خیال ہے کہ اسی لئے اس مسئلہ کو زیادہ قابل بحث نہیں سمجھا گیا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن پاک نے اس مسئلہ کو بالکل بے دلیل چھوڑ دیا ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس مسئلہ کے بالکل فطری اور بدیہی ہونے کی وجہ سے اس پر ایسی توجہ نہیں دی گئی، جیسی کہ توحید پر یا صفات الٰہی پر دی گئی ہے، بلکہ سوچنے والوں کے لئے معمولی رہنمائی اور کچھ اشارے کر دینا کافی سمجھا گیا ہے، مثلاً ایک جگہ فرمایا گیا ہے: "إِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَأَنّٰى تُؤْفَكُونَ" (الانعام، ع-۱۲) بے شک اللہ ہی ہے پھاڑنے والا دانے اور گٹھلی کا، وہی نکالتا ہے، زندہ کو مردہ سے اور نکالنے والا ہے، مردہ کو زندہ سے، یہ سب کرنے والا اللہ ہی ہے، پھر تم کدھر جاتے ہو۔

مطلب یہ ہے کہ انسان برابر دیکھتے ہیں اور تجربہ کرتے ہیں کہ غلہ کے کسی دانہ کو یا کسی پھل کی گٹھلی کو زمین میں دبا دیا جاتا ہے، پھر وہ دانہ اور گٹھلی اندر ہی اندر پھٹتے ہیں اور ان میں سے ایک نہایت نرم ونازک ریشہ نکلتا ہے اور وہ سطح زمین کو چیرتا ہوا اوپر نکل آتا ہے، تو غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اس دانہ کو یا گٹھلی کو زمین کے اندر کس نے قاعدہ سے شگاف دیا، اور کس نے اس بے جان اور سوکھے ہوئے دانہ یا گٹھلی میں سے وہ ہرا جاندار ریشہ یعنی اکھوا نکالا، پھر وہ ریشہ جو ریشم کے دھاگے سے بھی زیادہ نرم ہوتا ہے، کس کی طاقت اور کارفرمائی سے زمین کو چیرتا ہوا اوپر نکل آیا؟ تو قرآن پاک کی اس آیت میں بتلایا گیا کہ بس سمجھ لو کہ یہ سب کچھ اللہ کی قدرت سے اور اسی کی کارفرمائی سے ہوا اور یہ سب کچھ اللہ ہی نے کیا (إِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى) آگے فرمایا، اسی طرح تم دیکھتے ہو کہ ایک بالکل بے جان چیز میں سے جاندار چیز پیدا ہوجاتی ہے، مثلاً بے جان انڈے میں سے بولنے، چہکنے والی اور آسمان کی فضا میں اڑنے والی چڑیا نکل آتی ہے اور بعض جاندار چیزیں بجائے جاندار بچہ جننے کے بے جان انڈا دیتی ہیں اور پھر اسی بے جان انڈے سے جاندار بچہ نکل آتا ہے، قرآن مجید انسان کے اس روزمرہ کے تجربہ اور مشاہدہ کو اس کے سامنے رکھ کر کہتا ہے کہ یہ سب کرشمے اللہ ہی کی قدرت کے ہیں اور یہ سب کچھ کرنے والا اللہ ہی ہے، پس جو لوگ قدرت خداوندی کی ان کھلی کارفرمائیوں کو دیکھنے کے باوجود اللہ کو نہیں جانتے اور نہیں پہچانتے، ان کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور ان کی عقلیں ماری گئی ہیں۔

اسی طرح ایک جگہ فرمایا گیا: "وَفِي الْأَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ وَفِيْ أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُوْنَ" (ذاریات، ع:۱) اور یقین لانے والوں کے لئے زمین میں ہماری نشانیوں پھیلی ہوئی ہیں اور خود تمہارے اندر بھی ہیں تو کیا تم کو دکھلائی نہیں دیتا۔

مطلب یہ ہے کہ انسان اگر اپنی بصیرت سے کام لے اور دیکھنا چاہئے تو زمین میں ہماری ہستی اور قدرت کی نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں اور خود انسانوں کے وجود میں بھی ہماری کچھ نشانیاں موجود ہیں، ذرا انسان غور تو کرے کہ ماں رحم میں اس کی یہ حسین وموزوں صورت کس نے بنائی؟ کس نے دیکھنے والی آنکھ بنائی؟ کس نے سننے والے کان بنائے؟ کس نے ذائقہ والی زبان اور سونگھنے والی ناک بنائی؟ کس نے اس کی زبان کو گویائی دی؟ کس نے ماں کے پستانوں میں اس کے لئے دودھ کی نہر جاری کی؟ کس کے قبضہ میں اس کی زندگی اور موت ہے؟ انسان اگر خود اپنے بارہ میں اس طرح غور کرے، تو ہر سوال کا جواب خود اس کی عقل یہی دے گی، کہ یہ سب کچھ نظر نہ آنے والی ایک قدرت وحکمت والی ہستی نے کیا ہے اور وہی اللہ ہے اور ایک اور جگہ بڑے عجیب سوالیہ پیرایہ میں فرمایا گیا: "أَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ" (ابراھیم، ع:۲)

کیا اس اللہ کی ہستی میں کسی کو شک ہوسکتا ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔

یعنی جو شخص زمین کو دیکھتا ہے اور زمین پر جو کچھ ہوتا رہتا ہے اس کو بھی دیکھتا رہتا ہے اور اوپر جو آسمان اور ستارے نظر آتے ہیں ان کو بھی دیکھتا ہے اس کے لئے زمین وآسمان کے خالق کے بارے میں شک کرنے کی کیا گنجائش ہوسکتی ہے؟

ایک دفعہ ایک ایسے صاحب سے گفتگو کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی ہستی کے بارہ میں شک رکھتے تھے اور اس پر بحث کرنا چاہتے تھے، راقم سطور نے اپنی جیب سے کاغذ کا ایک پرزہ نکال کے ان کے سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ اگر میں یہ کہوں کہ اس کاغذ پر جو حروف لکھے ہوئے ہیں وہ کسی لکھنے والے نے نہیں لکھے ہیں، بلکہ آپ سے آپ لکھے گئے ہیں، تو کیا آپ میری اس بات کو مان لیں گے یا اس کا امکان بھی تسلیم کریں گے؟ انہوں نے کہا، نہیں، یہ بالکل ناممکن ہے۔

پھر میں نے کہا اور اگر اسی طرح میں اپنی اس گھڑی کے متعلق آپ سے کہوں کہ یہ کسی بنانے والے نے بنائی نہیں؟ بلکہ آپ سے آپ بن گئی ہے یا اپنے اس فونٹن پن کے بارے میں دعویٰ کروں کہ یہ کسی بنانے والے نے بنایا نہیں، بلکہ یوں ہی آپ سے آپ بن کر آسمان سے گر پڑا ہے، یا اگر کسی دوڑتی ہوئی موٹر کے متعلق میں آپ سے کہوں کہ اس کو کسی نے بنایا نہیں ہے بلکہ یہ آپ سے آپ بن گئی ہے اور کوئی ڈرائیور اس کو چلا نہیں رہا ہے، بلکہ یہ آپ سے آپ دوڑ رہی ہے اور ہر موڑ پر خود ہی قاعدہ کے مطابق مڑ جاتی ہے، تو کیا آپ میری ان باتوں کو باور کر سکیں گے؟

ان صاحب نے جواب دیا کہ ان میں سے تو کسی بات کو بھی عقل تسلیم نہیں کر سکتی، میں نے ان سے کہا کہ اللہ کے بندے! موٹر، فونٹن پن، اور گھڑی جیسی چیزوں کے متعلق تو آپ کی سمجھ میں نہیں آسکتا کہ یہ آپ سے آپ بن گئی ہیں، اور اس کاغذ پر لکھے ہوئے ٹیڑھے ترچھے ان چند حروف کے متعلق بھی آپ کی عقل کسی طرح نہیں مان سکتی کہ یہ آپ سے آپ لکھے گئے ہیں، لیکن چاند، سورج جو ایک حیرت انگیز حکیمانہ نظام کے ساتھ چل رہے ہیں، اور ان سے بھی عجیب تر انسان کی ہستی، اس کا دل ودماغ اور اس کی آنکھیں اور اس کے کان اور اس کی زبان، ان سب کے متعلق آپ کی عقل یہ مان سکتی ہے کہ یہ بغیر کسی کے بنائے آپ یوں ہی بن گئے ہیں؟ پھر میں نے ان سے کہا کہ جس طرح آپ کے نزدیک یہ بات بالکل بدیہی اور ناقابل بحث ہے کہ کاغذ کے اس پرزہ پر جو کچھ لکھا ہوا ہے اسے کسی لکھنے والے نے لکھا ہے اور اس گھڑی اور فونٹن پن کو کسی بنانے والے نے ہی بنایا ہے اور موٹر بھی کسی کارخانہ میں بنی ہے اور اگر وہ چل رہی ہے تو یقیناً کسی چلانے والے کے چلانے سے چل رہی ہے، اسی طرح یہ بات اس سے بھی زیادہ بدیہی اور قطعاً ناقابل بحث ہے کہ چاند سورج اور انسان وحیوانات اور یہ ساری کائنات کسی حکیم وخبیر اور کسی کامل القدرۃ ہستی کی بنائی ہوئی ہے اور اس میں شک اور بحث کرنا اپنی فطرت کے مسخ ہوجانے، یا عقل سے اپنے بالکل کورے ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔

بہر حال میرا خیال بلکہ یقین یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا مسئلہ چونکہ انسانوں کے لئے بالکل فطری اور بدیہی مسئلہ تھا، اس لئے قرآن پاک میں اس پر زیادہ بحث نہیں کی گئی، بلکہ مذکورہ بالا قسم کے استدلالی اشارات کر دینا ہی کافی سمجھا گیا، اور یہی ہونا بھی چاہئے تھا کیونکہ کسی بدیہی مسئلہ کو موضوع بحث واستدلال بنانا اور اس پر لمبے چوڑے دلائل پیش کرنا اصول حکمت کے خلاف ہے اور ایسا کرنے سے آسان مسئلہ خواہ مخواہ مشکل اور نظری بن جاتا ہے، الغرض اللہ تعالیٰ کی ہستی کا مسئلہ انسانی فطرت کے لئے شک اور بحث کے قابل ہے ہی نہیں اور اسی لئے یہ گمراہی کبھی بھی انسانوں میں زیادہ نہیں پھیلی، بلکہ بسا اوقات تو ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ بظاہر خدا کا انکار کرنے والوں کو جب ٹٹولا گیا تو اندازہ ہوا کہ ان کے بھی دل کے کسی گوشہ میں خدا کی ہستی کا اقرار چھپا ہوا موجود ہے۔

Scanned with CamScanner

حج: فضائل، طریقہ اور مسائل

حافظ محمد امتیاز رحمانی مونگیر

اللہ کے بتلائے ہوئے طریقے پر اس کے گھر کی زیارت کا دوسرا نام حج ہے، یہ اسلام کا چوتھا رکن ہے، نماز روزہ اور زکوۃ کی طرح اسکی فرضیت بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہے، بلکہ ان سب میں یہ نہایت ہی اہم اور عظیم الشان عبادت ہے، اللہ تعالی کی بارگاہ میں ادب ونیاز کی تصویر اور پیکر بن کر جتنا ایک مومن اس عبادت میں حاضر ہوتا ہے، نماز میں بھی نہیں ہوتا ہے، شان محبوبیت کا جس طرح اظہار اس رکن میں ہوتا ہے، گرچہ روزہ میں بھی ہوتا ہے، مگر کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے بے تعلق ہو جانے تک ہی محدود ہے، برخلاف حج کے کہ وہ اس کیفیت کا مکمل مرقع ہے، اس کے تمام تر ارکان ومناسک کا تعلق اللہ تعالی کی شان محبوبیت ہی سے ہے، احرام یعنی سلے کپڑوں اور عمدہ ونفیس لباس کی جگہ ایک کفن نما لباس پہننا اور صرف دو چادروں سے تن پوش کر لینا، بالوں میں کنگھا نہ کرنا، ناخن نہ ترشوانا، خوشبو کا استعمال نہ کرنا، خدا کے گھر کے گرد دیوانہ وار چکر لگانا، اس کی در ودیوار سے لپٹ کر آہ وزاری کرنا، پکار پکار کے لبیک کہنا یہ سب وہی اعمال ہیں جو شیفتگان محبت سے بے تابانہ ظاہر ہوتے ہیں۔

مساوات اسلام کی تعلیم کا نچوڑ اور سنگ بنیاد ہے، اس مساوات کو نماز بھی ایک خاص ڈھنگ سے قائم کرتی ہے، لیکن اس کی مکمل جلوہ نمائی اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ حج ہی میں ہوتی ہے، جب امیر، غریب، بادشاہ، فقیر، عالم، جاہل، بوڑھے اور جوان ایک ہی لباس میں، ایک ہی صورت میں، ایک ہی میدان میں، ایک خدا کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں، نہ تو کسی کے لیے جگہ کی کوئی خصوصیت ہوتی ہے، نہ آگے پیچھے کی پابندی اور قید۔ اپنے پروردگار کے حضور میں سب ندامت کے آنسوؤں کی بارش میں لرزتی ہوئی زبان اور کپکپاتے ہوئے ہونٹوں سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں، یہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں بہت سی عبادتیں داخل ہیں، نماز بھی، قربانی بھی، صدقہ بھی اور نہ جانے کیا کیا ہے، اس عظیم الشان عبادت کی حدیث وقرآن میں بڑی فضیلت آئی ہے، اور استطاعت کے باوجود ادا نہ کرنے پر وعیدیں بھی آئی ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کے لیے حج کیا اور اس میں شہوات اور فسق وفجور سے پرہیز کیا وہ اس طرح پلٹا جیسے آج ہی اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالی فرماتا ہے" اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ، جو اس کے گھر تک پہونچنے کی قدرت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جس نے کفر کیا تو اللہ تعالی تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے، اس آیت میں قدرت رکھنے کے باوجود قصداً حج نہ کرنے کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے، اس کی شرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دو حدیثوں سے ہوتی ہے۔ جو شخص زاد راہ اور سواری رکھتا ہو جس سے بیت اللہ تک پہونچ سکتا ہو اور پھر حج نہ کرے تو اس کا اس حالت میں یہودی یا نصرانی ہو کر مرنا یکساں ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے،" جس کو نہ کسی صریح حاجت نے حج سے روکا ہو، نہ کسی ظالم سلطان نے، نہ کسی روکنے والے مرض نے اور پھر اس نے حج نہ کیا اور اسی حالات میں اسے موت آجائے تو اسے اختیار ہے، خواہ یہودی بن کر مرے یا نصرانی بن کر مرے۔ اس حدیث کی تفسیر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسطرح کی ہے، فرمایا: کہ جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتے تو میرا جی چاہتا ہے کہ ان پر جزیہ لگا دوں، وہ مسلمان نہیں ہیں، اللہ تعالی کے فرمان اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم وخلیفہ رسول کی تشریح سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ یہ کتنا اہم فریضہ ہے، فرض ہے، ہر اس مسلمان کو جو کعبہ تک جانے آنے کا خرچ رکھتا ہو اور ہاتھ پاؤں سے معذور نہ ہو تو عمر میں ایک مرتبہ اسے لازماً حج ادا کرنا چاہیے، خواہ وہ دنیا کے کسی کونے میں ہو اور خواہ اس کے اوپر بال بچوں اور اپنے کاروبار یا ملازمت وغیرہ کی کیسی ہی ذمہ داریاں ہوں، جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج کو ٹالتے رہتے ہیں اور ہزاروں مصروفیتوں کے بہانے کر کے سال پر سال یونہی گذارتے چلے جاتے ہیں ان کو اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیے، رہے وہ لوگ جن کو عمر بھر یہ خیال ہی نہیں آتا کہ حج بھی کوئی فرض ان کے ذمہ ہے، دنیا بھر کے سفر کرتے پھرتے ہیں، یورپ کو آتے جاتے حجاز کے ساحل سے بھی گذر جاتے ہیں، جہاں سے مکہ صرف چند گھنٹوں کی مسافت پر ہے اور پھر بھی حج کا ارادہ تک ان کے دل میں نہیں آتا وہ قطعاً مسلمان نہیں ہیں، جھوٹ کہتے ہیں اگر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور وہ جاہل ہیں جو انہیں مسلمان سمجھتے ہیں، ان کے دل میں اگر مسلمانوں کا درد اٹھتا ہو تو اٹھا کرے، اللہ کی اطاعت اور اس کے حکم پر ایمان کا جذبہ تو بہرحال ان کے دل میں نہیں ہے پس اگر میں یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ جس طرح رمضان کا مہینہ تمام اسلامی دنیا میں تقوی کا موسم ہے، اسی طرح حج کا زمانہ بھی تمام روئے زمین میں اسلام کی زندگی اور بیداری کا مہینہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ حج ارکان خمسہ میں سے ایک اہم رکن ہے، جو پروردگار کے دربار میں پہونچ کر اور روضہ مقدسہ میں حاضری دے کر عشق رسول میں جانثاری اور مرضی مولی میں مرمٹنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے، چنانچہ حجاج کرام اپنے رفتار وگفتار سے، اپنی حرکات وسکنات سے اور لباس وپوشاک سے اور طواف کعبہ اور وقوف عرفات سے اس کو واضح کرتے ہیں، کہ ہم اپنی جانثاری اور قربانی پیش کرنے کے لیے آگئے ہیں۔ اس موقعہ پر حضرت امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانیؒ کی حج سے متعلق ایک تحریر کا اقتباس آپکی خدمت میں پیش کرتا ہوں:

" جس وقت حاجی حج بیت اللہ کا عزم کرتا ہے اسی وقت سے اس کا تزکیہ شروع ہو جاتا ہے، وہ اللہ تعالی کے احکام کی اطاعت کے جذبہ سے اپنی کمائی ہوئی دولت کا ایک معقول حصہ اخراجات حج کے لئے نکالتا ہے۔ جس سے اس کا بخل اور کنجوسی دور ہوتی ہے اور خدا کی راہ میں خرچ کرنیکا حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر حج کیلئے سفر کرتا ہے، سفر کی مشقتیں برداشت کرتا ہے، راستے کی تمام دقتوں کو برداشت کرتے ہوئے حجاز پہنچتا ہے، جس سے اللہ کی راہ میں مصیبتیں برداشت کرنے اور اپنی جان تک قربان کر دینے کی ہمت پیدا ہوتی ہے اور ان تمام مواقع میں اللہ تعالی کی فرمانبرداری اور اس کی اطاعت ہی اس کے سامنے رہتی ہے۔ جو حاجی ان حالات کے ساتھ حج کا سفر کرتا ہے، حجاز پہنچتے پہنچتے اس کے دل کی زمین ہموار ہو جاتی ہے اور اللہ تعالی کے گھر کے انوار وبرکات کو قبول وجذب کرنے کی صلاحیت دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔

حکم دیا گیا کہ جب تم اپنے گھر سے چلو تو اپنی نیتوں کو خالص کر لو، نفسانیت اور شہوات سے اپنے آپ کو پاک کر لو۔ جھگڑے فساد اور برے الفاظ کے استعمال سے بھی پرہیز کرو...... حاجی جب احرام باندھتا ہے، تو اپنا تعلق دنیا ومافیہا سے منقطع کرتا ہے، نفسانیت اور خواہشات سے کنارہ کش ہوتا ہے، محبت اور رحم، امن اور سلامتی اخوت ومساوات کے جذبات سے سرشار ہوتا ہے، دماغ اللہ کی توحید کا سودا اور دل اس کے گھر کی زیارت کا شوق لئے ہوئے آگے بڑھتا ہے اور اس وقت گویا اس کے کان میں حق تعالی کے اس منادی کی آواز آتی ہے جو حج کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کرائی گئی تھی اور اس کے جواب میں وہ **لبیك اللهم لبیك الخ** کہتا ہے۔ ہر نماز کے بعد، ہر قافلہ سے ملتے وقت، ہر صبح کو بیدار ہو کر، ہر بلندی پر چڑھتے ہوئے اور پستی میں اترتے وقت اونچی آواز سے پکارتا ہے۔

"میں حاضر ہوں اے میرے پروردگار! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں، تعریفیں تجھ ہی کو زیبا ہیں، ساری نعمتیں تیری ہی ہیں، اور بادشاہی بھی تیری ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔

جب ان جذبات کے ساتھ حج کیا جاتا ہے، تو اسی حج کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے للّٰہیت اور خلوص کے ساتھ حج کیا اور بے حیائی فسق وفجور سے اپنی عبادت کو آلودہ نہیں کیا، تو وہ حج سے اس طرح پاک وصاف لوٹے گا جیسے ایک نوزائیدہ بچہ اپنی ماں کے بطن سے۔"

سفر حج کی تیاری کیسی ہونی چاہئے اس سلسلہ میں مرشد گرامی مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانیؒ کے مکتوب گرامی جو آپ نے اپنے مخلص مرید جناب الحاج محمد صلاح الدین صاحب پٹنہ کو تحریر فرمایا تھا اسکا اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

"حج کے سفر کے لیے تیاری ذہنی، قلبی اور عملی تینوں سطح پر ہونی چاہئے۔ ذہنی تیاری صرف سفر پر آمادگی نہیں، بلکہ سفر پر آمادگی کے ساتھ ذہن کو اس عظیم سفر کے لئے ہر طرح تیار کرنا ہے، چاہے وہ عزیز واقارب سے دوری برداشت کرنے کی شکل میں ہو، سفر کی مشکلات پر مطمئن ہونے اور مطمئن رہنے کی شکل میں ہو، "دکھاوا" سے "دور رہنے" کی شکل میں ہو یا ذہن کو اطاعت وعبادت کے لئے ہر طرح آمادہ رکھنے کی شکل میں ہو۔

اسی طرح "دل" کی تیاری بھی ضروری ہے، ہم لوگوں کا دل تو منہاری کی دوکان بنا رہتا ہے، جس میں ہر میل کا مال ہوتا ہو، لیکن اصلاً یہ دل تجلیات ربانی کے مرکز بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، اس دل کو "صالح" بنانے کا کام سب سے اہم اور سب سے مشکل کام ہے، یہ بھی واقعہ ہے کہ یہ مشکل کام انجام پا جائے، تو پورا نظام جسم "صالح" بن جاتا ہے، اور پھر تجلیات ربانی کے اثرات جسم کے مختلف حصوں میں محسوس ہوتے ہیں۔ "دل کی تیاری" کے لئے مال کی محبت، گھر کی محبت، اولاد کی محبت اور خاندان کی محبت پر قابو پانا ضروری ہے، ساتھ ہی ذکر وفکر، عبادت وتلاوت اور اللہ کی طرف مسلسل توجہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

عملی تیاری کا مرحلہ بھی بہت اہم ہے، اوقات کی پابندی، سنتوں کا اہتمام، اللہ کے رسول کے ہر عمل کو اپنی زندگی میں رچا بسا لینے کا عزم اور اقدام، زبان پر قابو، غیر ضروری گفتگو پر قابو، یہ سب عملی تیاری کا ایک حصہ ہے، ساتھ ہی کتابوں سے، حاجیوں سے یہ سمجھنا بے حد اہم ہے کہ "حج کیسے کریں"۔

حج زندگی کا سب سے قیمتی اور قابل قدر سفر ہے، اس سفر کو پوری احتیاط کے ساتھ ہر لمحہ ناپ تول کر گذارنے کی ضرورت ہے۔ زندگی میں دو ہی سفر اہم ہیں، ایک سفر آخرت، دوسرا سفر حج، جس طرح پوری زندگی سفر آخرت کی تیاری کے لیے ہے، اسی طرح حج کی ادائیگی سے پہلے پہلے تک عزم کے بعد سے ہی حج کی تیاری کا وقت شروع ہو جاتا ہے، جس کی ذہنی، قلبی اور عملی تینوں سطح پر تیاری ہونی چاہئے، اس کے بغیر حج کا پورا فائدہ اور مکمل ثواب حاجی کو نہیں مل سکتا۔"

بہرحال بیت اللہ جو اسلام کی عالمگیر دعوت کا واحد مرکز ہے، اس کی زیارت انسان کی دینی اور دنیاوی فلاح کا ذریعہ اور مغفرت ونجات کا وسیلہ ہے...... سچ پوچھئے تو حج ڈھلنے اور صاف ہونے کی بھٹی ہے، جس میں بندۂ مومن اپنے آپ کو ڈال کر کدورتوں اور کثافتوں کو دور کرتا ہے۔ اور اپنی باطنی آلائشوں کو صاف کرتا ہے، حج سے فارغ ہو کر باطنی گندگیوں سے صاف ستھرا ہو جاتا ہے، اور نکھر کر سامنے آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ حاجی اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ اپنے پیدا ہونے کے دن پاک تھا۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب کسی حاجی سے ملاقات ہو، تو اس کو سلام کر و اس سے مصافحہ کرو، اور اس سے پہلے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو، اپنے لئے دعائے مغفرت کی اس سے درخواست کرو کہ وہ اپنے گناہوں سے پاک صاف ہو کر آیا ہے۔

اور ایسے ہی حاجی کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں: حج مبرور کی جزا جنت ہی ہے۔ (بخاری) حق تعالی کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہم تمام مسلمانوں کو حج جیسے اہم فریضہ کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اسے شرف قبولیت بخشے! آمین!

Scanned with CamScanner

اخبار جہاں

سید محمد عادل فریدی

ایکواڈور میں خوردنی اشیا کے قافلے پر حملہ، 17 فوجی زخمی

ایکواڈور کے ایک شہری علاقے میں فوج کی حفاظت میں چل رہے خوردنی اشیا کے قافلے پر ہوئے حملے میں 17 فوجی زخمی ہو گئے۔ فوج کی طرف سے جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ کھانے پینے اور دیگر اشیاء لے جانے والے قافلے کو حملہ آوروں کے ایک گروپ نے روکا اور اس پر حملہ کر دیا۔ حملے میں 17 فوجی شدید طور پر زخمی ہوئے اور تین ٹرکوں کو نقصان پہنچا۔ (یو این آئی)

ترکی کے معروف صوفی بزرگ شیخ محمد آفندی کا 95 سال کی عمر میں انتقال

ترکی کے معروف صوفی بزرگ عالمی شہرت یافتہ عالم دین استاد شیخ محمد آفندی مورخہ 23 جون 2022 کو 95 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ شیخ محمد آفندی انفیکشن کے باعث گزشتہ دو ہفتوں سے اسپتال میں زیر علاج تھے۔ ان کی نماز جنازہ بعد نماز جمعہ مسجد فتح استنبول میں ادا کی گئی۔ شیخ محمود آفندی (محمود استی عثمان اوغلو) 1929 میں ترکی کے صوبے ترابزون کے اوف نامی گاؤں کے ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے۔ استاد شیخ محمد آفندی کو حافظ قرآن ہونے کے ساتھ دینی علوم پر عبور حاصل تھا۔ آپ نے شیخ تسبیحی زادہ سے نحو صرف اور دیگر علوم عربیہ کو حاصل کیا، پھر شیخ محمد راشد عاشق کوتلو آفندی کی خدمت میں رہ کر ان سے قراءت اور علوم قرآن کی تعلیم حاصل کی، بعد ازاں شیخ محمود آفندی نے شیخ دورسون فوزی آفندی سے دینیات، تفسیر، حدیث،، فقہ اور اس کے ماخذ، علم کلام اور بلاغت اور دیگر قانونی علوم کی تعلیم حاصل کی۔ خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد ترک اہل اسلام پر مصائب و آلام کا دور آیا، اس وقت ترک علماء نے شہروں سے گاؤں دیہات ہجرت کی اور وہاں درختوں اور کھیتوں میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ شروع کیا۔ مصطفیٰ کمال اتاترک نے ملک میں نماز، تلاوت اور عبادات پر پابندی عائد کر رکھی تھی۔ فوج گھر گھر چھاپے مار رہی تھی جس گھر سے قرآن اور جائے نماز ملتی اس گھر کے تمام افراد کو گرفتار کر کے سخت سزائیں دی جاتیں۔ چنانچہ جب علماء دیکھتے کہ فوج چھاپے کیلئے آ رہی ہے تو بچوں کو کھیتی باڑی کی طرف لگا دیتے اور یوں یہ سلسلہ چلتا رہا۔ ان بچوں میں شیخ محمود آفندیؒ بھی تھے۔ اس وقت کے حالات کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جس مسجد میں شیخ محمود رحمہ اللہ نے چالیس سال امامت کی وہاں پہلے اٹھارہ سال شیخ کے پیچھے نماز پڑھنے کی ہمت کوئی نہ کر سکا۔ دنیا بھر میں ان کے عقیدت مندوں کی بڑی تعداد موجود ہے، انہوں نے دنیا بھر کے لوگوں اور خاص طور پر مسلمانوں کیلئے بہت سے فلاحی ادارے قائم کئے۔ دنیا بھر سے دینی، سماجی و سیاسی شخصیات نے استاد شیخ محمد آفندی کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے ان کے انتقال کو مسلم دنیا کیلئے بڑا نقصان قرار دیا ہے۔ (ایجنسیاں)

افغانستان میں بھیانک زلزلہ، افغان حکومت کی عالمی برادری سے مدد کی اپیل

افغانستان میں رواں ہفتے بدھ کے روز 6.1 شدت کے اس زلزلے کے نتیجے میں اب تک 1,000 سے زیادہ افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔ جبکہ زخمی حالت میں موجود سینکڑوں افراد امداد کے منتظر ہیں۔ ڈیزاسٹر منسٹری کے ترجمان محمد نسیم حقانی نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ پاکستان کی سرحد کے قریب ایک دور افتادہ علاقے میں بدھ کے زلزلے میں تقریباً 2,000 افراد زخمی اور 10,000 مکانات جزوی یا مکمل طور پر تباہ ہو گئے تھے۔ افغان حکومت نے عالمی برداری سے تعاون کی اپیل کرتے ہوئے کہا ہے کہ پہاڑی مقامات تک رسائی ممکن نہ ہونے کی وجہ سے اموات میں بڑی حد تک اضافہ کا خدشہ ہے۔ مغرب کی طرف سے لگائی جانے والی پابندیوں کے باعث جنگ زدہ ملک پہلے ہی مشکلات کا شکار تھا، زلزلے کے بعد مشکلات میں کئی گنا اضافہ ہو گیا ہے۔ افغان حکام کا کہنا ہے کہ زلزلے سے متاثرہ علاقوں میں بارش، لینڈ سلائیڈ اور مٹی کے تودے گرنے کے باعث امدادی کاموں میں رکاوٹ کا سامنا ہے، شہری اپنی مدد آپ کے تحت ریسکیو کا عمل انجام دے رہے ہیں۔ طالبان کے حکومت میں آنے کے بعد سے ملک باقی دنیا سے کٹ کر رہ گیا ہے۔ تاہم اس زلزلے کے بعد جاپان، جنوبی کوریا، تائیوان اور متحدہ عرب امارات کی طرف سے امداد کا یقین دلایا گیا ہے۔ پاکستان کی جانب سے پہلے ہی امدادی سامان متاثرہ علاقوں کے لیے روانہ کر دیا گیا ہے۔ (ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام/نیوز ایکسپریس پی کے)

خوراک کے عالمی بحران سے بڑی تباہی کا اندیشہ: انٹونیو گوٹریس

اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل انٹونیو گوٹریس نے خبردار کیا ہے کہ خوراک کی بڑھتی ہوئی کمی کے سبب دنیا کو بڑے خطرے کا سامنا ہے۔ گوٹریس کے مطابق یوکرین کی جنگ نے اُن مشکلات میں مزید اضافہ کر دیا ہے جو ماحولیاتی تبدیلیوں، کورونا کی وبا اور عالمی سطح پر پھیلتی ہوئی بھوک کے سبب کئی ملین افراد کو پہلے لاحق ہیں۔ برلن میں جمع درجنوں ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک کے رہنماؤں کے نام بھیجے گئے ایک ویڈیو پیغام میں گوٹریس کا کہنا تھا کہ اس بات کا حقیقی خطرہ موجود ہے کہ سال 2022ء کے دوران متعدد خطوں میں قحط سالی کا اعلان کیا جائے گا جبکہ 2023ء اس سے بھی زیادہ خوفناک ہوگا۔ (ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

الجزیرہ کی صحافی اسرائیلی فائرنگ سے ہلاک ہوئی تھیں: اقوام متحدہ

اقوام متحدہ کی طرف سے کہا گیا ہے کہ الجزیرہ ٹیلی وژن کی صحافی شیریں ابو عاقلہ اسرائیل فورسز کی طرف سے چلائی گئی گولی سے ہلاک ہوئی تھیں۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے دفتر کی ترجمان رافینا شامداسانی نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ اسرائیلی حکام نے اس معاملے کی فوجداری تفتیش نہیں کرائی۔ فلسطینی امریکی صحافی شیریں ابو عاقلہ نے وہ حفاظتی جیکٹ اور ہیلمٹ بھی پہن رکھا تھا جس پر واضح طور پر پریس لکھا ہوا تھا۔ 11 مئی کو فلسطینی علاقے مغربی کنارے میں واقع جنین کیمپ پر اسرائیلی فوج کے ایک آپریشن کی کوریج کے دوران وہ سر میں گولی لگنے کے سبب ماری گئی تھیں۔ مختلف اداروں کی طرف سے اب تک کی جانے والی تحقیق میں یہ بات واضح طور پر سامنے آئی ہے کہ ابو عاقلہ اور ان کے ساتھی کو باقاعدہ طور پر نشانہ بنایا گیا۔ (ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام/نیوز ایکسپریس)

تعلیم و روزگار

کالج کیمپس میں نماز پڑھنے کی پاداش میں مسلمان پروفیسر کو چھٹی پر بھیج دیا گیا

علی گڑھ کے ایک پرائیویٹ کالج کے پروفیسر کی کیمپس میں کھلی جگہ پر نماز ادا کرنے کی ویڈیو منظر عام پر آنے کے بعد انتظامیہ نے انہیں جبری چھٹی پر بھیج دیا ہے۔ یہ واقعہ 31 مئی 2022 کو پیش آیا ہے۔ ہندوستانی میڈیا میں شائع ہونے والی خبر کے مطابق حکام کا کہنا ہے کہ کچھ دن پہلے سوشل میڈیا پر ایک ویڈیو سامنے آئی تھی جس میں پروفیسر ایس کے خالد کو شری ورشنی کالج کے کیمپس کے اندر ایک پارک میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے۔ جیسے ہی ویڈیو وائرل ہوئی دائیں بازو کی تنظیموں بشمول برسر اقتدار بھارتیہ جنتا پارٹی اور یووا مورچہ نے پروفیسر اور کالج کے خلاف احتجاج کرنا شروع کر دیا۔ سوشل میڈیا پر نماز پڑھنے کے خلاف بھی باتیں کی گئیں اور پروفیسر کو ایک ماہ کی چھٹی پر بھیجے جانے کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ بہر حال اس ویڈیو کو کالج حکام کے نوٹس میں لایا گیا اور ایک تحقیقاتی پینل تشکیل دیا گیا ہے۔ کالج کے پرنسپل اے کے گپتا نے دی انڈین ایکسپریس کو بتایا کہ وہ اس واقعے کے وقت چھٹی پر تھے۔ انھوں نے کہا ”اس وقت میں چھٹی پر تھا، واپس آنے کے بعد میں نے پوچھ گچھ کی، پروفیسر نے مجھے بتایا کہ وہ جلدی میں تھے اور انھوں نے ایک پارک میں نماز پڑھی، تحقیقات کا آغاز کر دیا گیا ہے جو حقائق کا جائزہ لے گی۔ پینل کے فیصلے کے مطابق، ضروری کارروائی کی جائے گی۔“ جب کہ دائیں بازو کے گروپوں کا کہنا ہے کیمپس کو مزید مذہبی عقائد کے لیے استعمال نہیں کیا جانا چاہیے۔ میں نے اس بارے میں دہلی یونیورسٹی میں تاریخ کے استاد اور کالم نگار ابھے کمار سے بات کی تو انھوں نے کہا کہ ایک سیکولر ملک میں یہ افسوسناک واقعہ ہے کہ اقلیتی برادری کو اس طرح سے نشانہ بنایا جائے۔ یہ آئین ہند کی خلاف ورزی ہے کیونکہ آئین نہ صرف مذہبی آزادی کے تحت ہر مذہب کو عبادت کی آزادی دیتا ہے بلکہ اپنے مذہب کے تبلیغ کی بھی اجازت دیتا ہے۔ چند فرقہ پرست انڈیا میں اقلیت اور بطور خاص مسلمانوں کے خلاف ہر قسم کے حربے استعمال کر رہے ہیں اور حکومت کی جانب سے ان کے اقدام پر خاموشی سے ان کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ جب انڈیا کے بابائے قوم مہاتما گاندھی خود کو عقیدت مند ہندو کی طرح پیش کر سکتے ہیں اور ان کی پرارتھنا سبھا پر کسی کو اعتراض نہیں تو پھر دوسرے کو کس طرح اس سے روکا جا سکتا ہے۔ دہلی میں جواہر لعل نہرو جیسے موقر ادارے میں ہر طرح کی پوجا ہوتی ہے اور وہاں دائیں بازو کے لوگوں کو بلایا جاتا ہے جو اپنی باتیں رکھتے ہیں، ان کو انتظامیہ کی حمایت حاصل ہوتی ہے۔ جب دہلی میں ایسا ہو سکتا ہے تو آپ سوچیے کہ باقی دور دراز کے تعلیمی مقامات پر کیسا ہوتا ہوگا۔ سویڈن کی اپسلا یونیورسٹی میں کنفلکٹ سٹڈیز کے پروفیسر اشوک سوائیں نے اس واقعے کو بیان کرتے ہوئے ٹویٹ کرتے ہوئے لکھا کہ دائیں بازو کے ہندو جنون نے تمام حدیں پار کر دی ہیں۔ جبکہ ابھے کمار کا کہنا تھا کہ وہ کالج انتظامیہ کی بھی اسی قدر مذمت کریں گے جتنی دائیں بازو کے فرقہ پرستوں کی کیوں کہ انتظامیہ نے فرقہ پرستوں کے دباؤ میں ہتھیار ڈال دیے۔ ہرنی کلیر نامی ایک صارف نے انڈین ایکسپریس کی خبر کو شیئر کرتے ہوئے لکھا کہ ”جہاں ایک خاص برادری کا یہ مطالبہ ہے کہ سب سرسوتی وندنا کریں، وہیں علی گڑھ کے ایک پروفیسر کو نماز پڑھنے کے لیے چھٹی پر بھیج دیا جاتا ہے اور ان کے خلاف جانچ کا حکم دیا جاتا ہے۔“ بہت سے لوگوں نے اس پر افسوس اور حیرت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انڈیا کے سرکاری اسکولوں میں ہندو دیوی سرسوتی کی پوجا عام بات ہے۔ (مرزا اے بی بیگ: بی بی سی اردو)

ہمدرد ایجوکیشن سوسائٹی کے تعلیمی وظیفے

ہمدرد ایجوکیشن سوسائٹی نے تعلیمی سال 2023-2022 کے لیے قرض وظیفہ کے خواہش مند اہل امیدواروں سے درخواستیں طلب کی ہیں۔ صرف وہی مسلم طلبہ و طالبات درخواست بھیجنے کے مجاز ہوں گے، جنہوں نے میٹرک، انٹر یا ان کے مساوی امتحان یا گریجویشن کم از کم 80% نمبرات سے پاس کیا ہو اور جن طالب علموں کے نمبرات اپنی ریاستوں میں درخواست دینے والے طلبہ میں سب سے زیادہ پائے جائیں گے۔ سائنس، انجینئرنگ، میڈیسین کے علاوہ کامرس، اکنامکس اور سوشل سائنس کے طلبہ بھی درخواست دے سکتے ہیں۔ وظیفہ کی رقوم کا فیصلہ کورسز کے اعتبار سے سلیکشن کمیٹی کرے گی۔ جو طلبہ و طالبات وظیفہ کے حقدار ٹھہریں گے، ان کو ایک بانڈ بھر کر دینا ہوگا، کہ تعلیم مکمل کر لینے کے زیادہ سے زیادہ دو سال کے بعد قرض وظیفہ کی رقم واپس کر دیں گے۔ وظیفہ پانے والے طلبہ کی پیش رفت کا ہر سال احتساب ہوگا، اور اگر رفتار اطمینان بخش پائی گئی تو وظیفہ کی تجدید کی جائے گی، وظیفہ کا فیصلہ کرتے وقت صلاحیت اور مالی حالت دونوں کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ جو مسلم طلبہ یہ وظیفہ پانے کے خواہش مند ہیں اور جن کا ارادہ ہے کہ وہ تعلیم کا سلسلہ عصری تعلیم کے کسی تسلیم شدہ ادارہ سے کم از کم تعلیم سال 2024-2023 تک جاری رکھیں گے، وہ طلبہ مندرجہ ذیل ویب سائٹوں سے درخواست فارم ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں۔

www.hamdardstudycircle.in، www.hamdardeducationsociety.org.in

www.hamdardcoachingcentre.in۔ یا سکریٹری ہمدرد ایجوکیشن سوسائٹی، تعلیم آباد، سنگم وہار، نئی دہلی۔ 110080 کے نام خط بھیج کر درخواست فارم منگوا سکتے ہیں۔ بھرے ہوئے فارم 30 ستمبر 2022 تک وصول کیے جائیں گے۔ درخواست فارم کے ساتھ مارک شیٹ، بونا فائڈ سرٹیفکٹ، ماہانہ انکم سرٹیفکٹ کی اٹسٹڈ فوٹو کاپی ضرور منسلک کریں۔

نامور عالم دین مولانا بدر الحسن قاسمی کا امارت شرعیہ میں والہانہ استقبال

ریاست بہار سے تعلق رکھنے والے نامور محقق، ممتاز عالم دین، ایک مدت سے کویت میں مقیم اور کویت کے شؤون اسلامیہ کے ذمہ دار دارالعلوم دیوبند کے سابق استاذ اور عربی مجلہ الداعی کے سابق ایڈیٹر حضرت مولانا بدر الحسن قاسمی صاحب ۲۱/ جون کو دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ تشریف لائے، ان کے ساتھ جناب سلمان صدیقی صاحب حال مقیم دبئی بھی موجود تھے۔ ان کی تشریف آوری پر امارت شرعیہ کے نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی صاحب اور قائم مقام ناظم مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب کے علاوہ دیگر ذمہ داران و کارکنان نے مہمان مکرم کا والہانہ اور پر تپاک استقبال کیا۔ اس موقع پر حضرت نائب امیر شریعت نے مولانا موصوف سے درخواست کی کہ آپ جب بھی بہار آئیں تو امارت شرعیہ ضرور تشریف لائیں تاکہ آپ سے استفادہ کا موقع ملتا رہے۔ حضرت مولانا کے اعزاز میں کارکنان امارت شرعیہ کے ساتھ ایک مختصر نشست بھی منعقد ہوئی، جس میں مولانا موصوف نے امارت شرعیہ کے اکابر کی دینی و فکری اور تحریکی سرگرمیوں کا تذکرہ فرمایا اور کہا کہ بانی امارت شرعیہ حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ نے اس ادارہ کو اخلاص و للٰہیت کے جذبے سے قائم کیا۔ یہ جذبہ ہم سب کے دلوں میں بھی تازہ دم رہنا چاہئے۔ امارت شرعیہ کا نظام سمع و طاعت اور امیر شریعت کی اطاعت پر قائم ہے، اور آج انہیں بنیادوں پر ادارہ ترقی کر رہا ہے۔ ہم سب کو چاہئے کہ امیر شریعت کے ماتحت منظم و متحد رہیں۔ ملک کے موجودہ حالات میں اجتماعی نظام کو مضبوط کرنے سے ہی مسائل حل ہوں گے۔ ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ اجتماعی شیرازہ بندی کے ساتھ آگے بڑھیں اور اللہ سے امن و عافیت کی دعا بھی کرتے رہیں۔

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

مسلمان قرآن کریم سے اپنا رشتہ استوار کریں: حضرت امیر شریعت

امیر شریعت حضرت مولانا سید احمد ولی صاحب رحمانی امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کی کشن گنج آمد کے موقع پر باشندگان کشن گنج کی طرف سے ایک عظیم الشان استقبالیہ اجلاس مدرسہ انجمن اسلامیہ کشن گنج میں ۱۹؍جون ۲۲۰۲ء بروز اتوار بعد نماز مغرب منعقد کیا گیا، جس کی صدارت کشن گنج کے معروف عالم دین جمعیۃ علماء بہار کے صدر محترم محبوب ملت حضرت مولانا مفتی محمد جاوید اقبال صاحب قاسمی دامت برکاتہم نے فرمائی، اور دس ہزار سے زائد فرزندان توحید نے حضرت امیر شریعت کے استقبال کے لئے اجلاس میں شرکت کی، اس اجلاس میں حضرت امیر شریعت نے اپنے خصوصی خطاب میں فرمایا کہ آج ہم مسلمانوں کا رشتہ قرآن کریم سے کمزور ہوگیا ہے، اسے استوار کرنے کی ضرورت ہے، انہوں نے اپنے خطاب میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے تجزیہ کو مثال میں پیش کرتے ہوئے فرمایا ہمارے اکابر واسلاف کا تجزیہ کتنا شاندار تھا اوران کی بصیرت کتنی گہری تھی کہ انہوں نے مالٹا کے جیل میں رہ کر جو تجزیہ کیا تھا کہ مسلمانوں پر جو حالات آئے ہیں یا آئیں گے اس کی اصل وجہ کوئی حکومت یا کوئی طاقت نہیں بلکہ مسلمانوں کا قرآن کریم سے رشتہ کا کمزور ہو جانا ہے، انہوں نے کہا کہ آج مسلمانوں کی اکثریت قرآن کو سمجھنے سے قاصر ہے، جو کچھ لوگ سمجھتے ہیں وہ اس کے تراجم سے سمجھتے ہیں جب کہ کوئی بھی زبان کسی دوسری زبان کا آہنگ پورے طور پر ادا نہیں کرسکتا چہ جائے کہ عربی زبان کا آہنگ کوئی اور زبان ادا کرے، اس پر مستزاد یہ کہ مسلمانوں کا ایک محدود طبقہ جو قرآن کریم کے صرف الفاظ کو پڑھنا جانتا ہے وہ بھی پابندی کے ساتھ یومیہ بنیاد پر قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتا، اس لئے قرآن کریم سے ہمیں رشتہ مظبوط کرنے کی ضرورت ہے، حضرت امیر شریعت نے اجلاس میں شریک حاضرین اجلاس سے سود لینے، دینے اور سودی کاروبار نہ کرنے، جہیز لینے دینے اور اس جیسی تقریبات میں شرکت نہ کرنے پر حاضرین سے عہد لیتے ہوئے فرمایا کہ آج ہم سماجی اعتبار سے بھی نہایت پسماندہ ہو چکے ہیں اور اپنی زندگی میں خدائے ذوالجلال کی بے پناہ نافرمانیاں کرتے ہیں اس لئے ان منکرات سے بچیں، اس اجلاس میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی صاحب نائب امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ، مولانا سہراب ندوی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ، حضرت مولانا انوار عالم صاحب ناظم عمومی دار العلوم بہادر گنج، حضرت مولانا محمد غیاث الدین صاحب قاسمی مہتمم جامعہ حسینیہ مدنی نگر کشن گنج، حضرت مولانا جمیل احمد صاحب مظاہری استاذ جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر، مولانا عارف رحمانی نائب ناظم جامعہ رحمانی مونگیر، حضرت مولانا امیر الدین صاحب مہتمم مدرسہ رشیدیہ لوہیا کانڈ، مولانا ممتاز عالم صاحب مظاہری ادارہ فیض القرآن ٹھکریباڑی، جناب مولانا محمد خالد انور صاحب مہتمم جامعہ جعفریہ مدنی نگر سرائے کوڑی، جناب اظہار اصفی صاحب ایم ایل اے کوچادھامن، جناب مولانا سعود اسرار صاحب ایم ایل اے ٹھاکر گنج، جناب اظہار الحسن صاحب ایم ایل اے کشن گنج، ماسٹر مجاہد عالم صاحب سابق ایم ایل اے کوچادھامن، جناب اختر الایمان صاحب صدر مجلس اتحاد المسلمین، شیخ مطیع الرحمٰن سلفی چیرمین توحید ایجوکیشنل ٹرسٹ، جناب بھائی محمد مسلم صاحب کسان بیکری قاری مشکور احمد صاحب محمود المدارس کشن گنج، جناب ڈاکٹر ایس رحمان صاحب، جناب الحاج زاہد الرحمٰن صاحب، اور مدرسہ انجمن اسلامیہ اورانجمن اسلامیہ وقف کمیٹی کے تقریباً سبھی اراکین اور دیگر بہت سے معززین شامل تھے، مفتی محمد مناظر نعمانی قاسمی نے نظامت کے فرائض انجام دیتے ہوئے قاری نذیر احمد کی تلاوت اور قاری نثار احمد صاحب کی نعت شریف سے باضابطہ پرگرام کا آغاز کرایا، حضرت مولانا محمد غیاث الدین صاحب نے خطبہ استقبالیہ اور مفتی محمد جاوید اقبال صاحب قاسمی نے خطبہ صدارت پیش فرمایا، اس اجلاس میں حضرت امیر شریعت اور دیگر معزز مہمانان کرام کی شال پوشی کی گئی اور علاقہ کے نامور عالم دین جناب مفتی محمد دانش انور صاحب قاسمی مہتمم جامعہ تحسین القرآن گسترہ اور مفتی عبدالحمید صاحب نائب شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم مجھوک نے استقبالیہ نظم پیش کی اخیر میں قاضی شریعت دار القضاء امارت شرعیہ کشن گنج حضرت مولانا قاضی محمد ارشد صاحب قاسمی نے آئے مہمانان کرام اور تمام منتظمین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دار القضا کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی اور حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم کی دعا پر یہ اجلاس اپنے اختتام کو پہونچا۔

سماج میں اتحاد پیدا کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے: محمد شبلی القاسمی

امارت شرعیہ کا اصلاحی، تعلیمی اور فلاحی وفد ان دنوں بسفی بلاک ضلع مدھوبنی کے حلقہ میں رواں دواں ہے، اس وقت جب کہ ملت اسلامیہ مسلکی اور گروہی اختلاف ومنافرت کی شکار ہے اور ان وجوہات کی وجہ سے ہم حصول مقاصد میں بہت دور چلے گئے ہیں، ایسے وقت میں امارت شرعیہ کا پیغام ہے کہ کلمہ کی بنیاد پر گروہی اختلاف کی دیوار گرا کر اتحاد پیدا کریں، یہ وقت کی ضرورت ہے، ان خیالات کا اظہار امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی قائد وفد امارت شرعیہ نے مدرسہ بارونیہ بھنگاواں ضلع مدھوبنی میں ارکان وفد کے استقبالیہ اجلاس میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ جناب مولانا مفتی محمد سہراب ندوی قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ قیام امارت شرعیہ کی وجہ سے قرآن کریم کی بہت ساری آیات پر عمل کرنا آسان ہوگیا ہے، امارت شرعیہ کے جتنے بھی شعبہ جات ہیں سب قرآنی آیات اور احادیث کے ذخیرے سے ماخوذ ومستنبط ہیں، حقیقت یہ ہے کہ جن کے پاس قرآن جیسی کتاب ہدایت اور احادیث کے ذخیرے موجود ہوں اسے کسی اور مذہب کی طرف جھانکنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ دار القضاء امارت شرعیہ دملہ کے قاضی شریعت مولانا مفتی اعجاز قاسمی نے کہا کہ یہ وہ علاقہ ہے جہاں کے باشندگان نے امیر شریعت کے پیغام پر لبیک کہا ہے اور ارکان وفد امارت شرعیہ کا پر جوش استقبال کیا ہے، ضلع مدھوبنی میں امارت شرعیہ کی طرف سے پانچ دار القضاء قائم ہیں، جس سے عوام وخواص کو مسائل حل کرانے میں سہولت فراہم ہوتی ہے، مولانا مجیب الرحمٰن قاسمی معاون قاضی امارت شرعیہ نے اپنے خطاب میں کہا کہ ہر وہ علوم جو انسان کو نفع پہونچائے، امارت شرعیہ کے امراء شریعت نے حالات اور زمانے کے حساب سے اس علم کے فروغ کی تحریک چلائی ہے، اور جب بھی کسی فتنہ نے سر ابھارا ہے بانی امارت شرعیہ حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد علیہ الرحمہ سے لیکر آج تک جتنے اکابرین امارت شرعیہ ہیں انہوں نے اس فتنہ کا مقابلہ کیا ہے، مولانا محمد یوسف قاسمی نائب قاضی شریعت دملہ نے کہا کہ ناموس رسالت کے لئے ضروری ہے کہ ہم لوگ سنت نبوی پر مکمل عمل کریں، ہمارا لباس پوشاک اٹھنا بیٹھنا ہر چیز اسوۂ نبوی کی جھلک ہو، صرف کانفرنس کرالینا اور سیرت پر گفتگو کر لینے سے ہم محبت رسول کے دعویدار نہیں ہو سکتے۔ مولانا محمد اظہار الحق قاسمی نائب قاضی شریعت دملہ نے بحسن وخوبی نظامت کی ذمہ داری انجام دیا، مولانا عبد الباری راہی، مولانا عبد القادر قاسمی، مولانا محمد سعود اللہ رحمانی مبلغین امارت شرعیہ اس وفد کو کامیاب اور بامقصد بنانے میں سرگرم عمل ہیں۔

امارت شرعیہ کے پیغام کو لوگوں تک پہونچانے میں سب سے مؤثر کردار ائمہ کرام ادا کرتے ہیں: قاضی محمد انظار عالم قاسمی

جامع مسجد بارہ دری، بہار شریف نالندہ میں امارت شرعیہ کے زیر اہتمام ائمہ کرام و ذمہ داران مساجد کی مشاورتی نشست کا انعقاد

مورخہ ۲۱؍جون ۲۰۲۲ء روز منگل کو جامع مسجد بارہ دری بہار شریف، ضلع نالندہ میں نالندہ ضلع کے ائمہ کرام وذمہ داران مساجد کی ایک مشاورتی وترجیحی نشست قاضی شریعت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ مولانا محمد انظار عالم قاسمی صاحب کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس نشست میں اپنے صدارتی خطاب کے دوران مولانا قاضی انظار عالم قاسمی صاحب نے امارت شرعیہ کا تعارف اور اس کی ضرورت واہمیت بیان کرتے ہوئے کہا کہ امارت شرعیہ کے قیام کے بنیادی مقاصد میں شریعت اسلامیہ کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ایک ایسے صالح معاشرہ کی تشکیل کرنا ہے جس کا ہر فرد منہج نبوی کے مطابق اپنی انفرادی واجتماعی زندگی گذارے۔ آج کے دور میں جب کہ ہر طرف سے شعائر اسلام پر یلغار ہو رہا ہے اور فرقہ پرست تنظیمیں مسلمانوں کی تہذیب و شناخت کو جڑ سے ختم کرنے پر آمادہ ہیں، ایسے وقت میں امارت شرعیہ کی ضرورت واہمیت زیادہ بڑھ جاتی ہے، انہوں نے کہا کہ امارت شرعیہ کا پیغام ہے کہ ہم میں سے ہر شخص کو معاشرہ کی اصلاح کے لیے اپنے حصہ کی محنت کرنی ہوگی اور اس کام کو اپنے گھر اور محلہ سے کرنا ہوگا، ہم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ اپنے بچوں کی روزمرہ کی زندگی کی نگرانی کرے اور ان کے اندر صالح اقدار، نیکی اور سچ بولنے کی عادت، جھوٹ، چغلی، غیبت، حسد، کینہ، آپسی نفرت وعداوت جیسے گناہوں اور جرائم کے تئیں نفرت، بے حیائی، منشیات اور فحش چیزوں سے اجتناب کا مزاج پیدا کرے، ان کی تعلیم وتربیت کا بھی خیال رکھے، جب نئی نسل پر بچپن سے ہی اچھا انسان بنانے کی محنت کی جائے گی تبھی جا کر ہم اچھے سماج کی تشکیل کر پائیں گے، کیوں کہ اچھے افراد سے مل کر ہی اچھا معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ آپ نے کہا کہ امارت شرعیہ کے پیغام کو لوگوں تک پہونچانے میں سب سے موثر کردار ائمہ کرام ادا کرتے ہیں، کیوں کہ مسجد کے منبر ومحراب سے جو صدا لگائی جاتی ہے وہ گھر گھر جاتی ہے اور لوگ اس کو توجہ سے سنتے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ اس لیے ائمہ کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرہ کی اصلاح اور اس کو کلمہ کی بنیاد پر متحد ومنظم کرنے، ان کے اندر تعلیمی بیداری پیدا کرنے اور اپنے معاملات ومسائل کے سلسلہ میں امارت شرعیہ سے رجوع کرنے کی مضبوط آواز اپنے منبر ومحراب سے اٹھائیں۔ انہوں نے کہا کہ مساجد صرف پنج وقتہ نمازوں کی جگہ نہیں ہیں بلکہ یہ پوری امت کے معاشرتی، تہذیبی اور تعلیمی مسائل کو حل کرنے کے مراکز بھی ہیں۔ اس لیے مسجد کو ان کثیر الجہات مقاصد کے لیے استعمال کرنے کا رواج ڈالیے جیسا کہ عہد نبوی اور خیر القرون کے زمانے میں مساجد کا استعمال امت کی عمومی تربیت اور اصلاح کے کاموں کے لیے کیا جاتا تھا۔ انہوں نے مزید کہا کہ امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب نے تعلیم کو اپنی اولین ترجیحات میں شامل کیا ہے اور ان کا پیغام ہے کہ ملت کا کوئی بھی فرد ناخواندہ نہ رہے، اس کے اندر دین کی تعلیم بھی آئے اور دنیا کی تعلیم بھی، تا کہ دین کی تعلیم کے ذریعہ اپنی آخرت کو سنوار سکے اور دنیاوی تعلیم کے ذریعہ دنیاوی ترقی کے میدان ترقی یافتہ قوموں کے ساتھ کھڑا ہو سکے۔ آپ نے مساجد کو مرکز بنا کر خود کفیل مکاتب کا نظام زیادہ سے زیادہ قائم کرنے کی طرف بھی متوجہ کیا، مولانا منصور عالم قاضی شریعت نالندہ نے اپنے خطاب میں کہا کہ جمعہ کے خطبہ کے ذریعہ ائمہ کرام امت کی اصلاح وتربیت کا بڑا کام انجام دے سکتے ہیں، اس لیے انہیں چاہئے کہ جمعہ کے خطبہ میں ایسے موضوعات کا انتخاب کریں جو موجودہ حالات کے تناظر میں ضروری ہے، جمعہ کے خطبہ کے ذریعہ لوگوں کو اخلاق نبوی سے آراستہ ہونے کا پیغام دیجیے اور ان کی اخلاقی، فکری اور نظریاتی تربیت کا کام کیجئے۔ مولانا قاری شعیب احمد صاحب ناظم مدرسہ عظمتیہ نوادہ ورکن شوریٰ امارت شرعیہ نے اپنے خطاب میں ائمہ کرام کی خدمات اور ان کی جدوجہد کی ستائش اور تحسین کرتے ہوئے کہا کہ ائمہ کرام ہمہ وقت امت کی اصلاح وتربیت کے کام میں لگے رہتے ہیں، تو ملت کو بھی ان کی ضروریات کا خیال رکھنا چاہئے۔ بہت سی جگہوں پر ائمہ کرام کی تنخواہیں بہت ہی کم ہیں، جن سے ان کی بنیادی ضرورتیں بھی پوری نہیں ہوتیں۔ ایسے میں وہ دلجمعی کے ساتھ کیسے اپنی ذمہ داریوں کو ادا کر سکتے ہیں۔ اس لیے مساجد کے ذمہ داروں کو چاہئے کہ وہ ائمہ کرام کو اتنی تنخواہ ضرور دیں کہ وہ اپنے گھریلو مسائل سے بے فکر ہو کر امت کی ضروریات کی طرف توجہ دے سکیں۔ مولانا مفتی احکام الحق قاسمی صاحب نائب مفتی امارت شرعیہ نے اپنے خطاب میں مساجد کے تحفظ کی طرف توجہ دلائی اور کہا کہ موجودہ دور میں مساجد کے وجود کو بہت سے خطرات لاحق ہیں، آر ایس ایس اور اس جیسی فرقہ پرست تنظیمیں مساجد کے وجود کو ختم کرنا چاہتی ہیں۔

ابھی گیان واپی مسجد کا مسئلہ آپ سب کے علم میں ہے، اس جیسی بیشمار مساجد ہیں جن کے خلاف فرقہ پرست طاقتیں عدالتوں میں جانے کو تیار ہیں۔ ایسی صورت حال میں مساجد کے ذمہ داروں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ مساجد کے تحفظ کا مضبوط انتظام کریں۔ مساجد سے متعلق کاغذات کی حفاظت کا نظم کریں اور وقف بورڈ میں مساجد کا رجسٹریشن کرائیں، اگر رسید نہیں کٹ رہی ہے تو رسید کٹائیں اور میونسپلٹی کے ٹیکسیز ادا کریں اگر کہیں داخل خارج نہیں ہوا ہے تو داخل خارج کرائیں۔ جس طرح اپنی ذاتی زمین وجائداد کی فکر کرتے ہیں اور اس کی حفاظت کا بندوبست کرتے ہیں اسی طرح مسجد کی حفاظت کا بھی بندوبست کریں۔ مولانا محمد نصیر الدین مظاہری امارت شرعیہ نے مذہبی ومسلکی اختلافات کو بھلا کر ملک وملت کے مشترکہ مفاد کے لیے متحد ہونے اور نفرت وعداوت کو مٹا کر آپسی بھائی چارہ کو فروغ دینے کے تعلق سے اہم باتیں بیان کیں۔ انہوں نے کہا کہ امارت شرعیہ کا مقصد جہاں مسلمانوں کی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کرنا ہے وہیں ملک کے باشندوں کے درمیان امن وسلامتی اور بھائی چارگی کا ماحول قائم کرنا بھی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس ملک میں مختلف مذاہب اور عقائد کے ماننے والے رہتے ہیں، کوئی بھی ملک تبھی ترقی کرسکتا ہے جب اس کے تمام باشندے امن وسکون اور تحفظ کے احساس کے ساتھ زندگی گزاریں، اگر ایک فیصد آبادی بھی اپنے تحفظ کو لیکر فکرمند ہے تو یہ پورے ملک کے لیے تشویش کا باعث ہے۔ اور امن وسکون کی فضا تبھی قائم ہو سکتی ہے جب انصاف اور مساوات کے اصولوں پر عمل کیا جائے گا۔ ائمہ کرام کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے منبر ومحراب سے آپسی بھائی چارہ اور محبت کا پیغام دیں اور عام لوگوں کو اسلامی نظام عدل ومساوات سے روشناس کرائیں اور ان کے سامنے اسلام کی سچی تعلیم پیش کریں، اجلاس کا آغاز قاری سعد امام مدینہ مسجد کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، نظامت مولانا نصیر الدین مظاہری نے کی، جناب سید معین الدین، مولانا ارمان مظاہری، مولانا ابو شفیع احمد، فصیح احمد، حافظ سرفراز، تبریز عظیم، آفتاب حسن شمس، امتیاز حسین ودیگر نوجوان نے آنے والے مہمانان کا استقبال کیا اور اجلاس کو کامیاب وبامقصد بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ سو سے زائد ائمہ وذمہ دار مساجد اس ترجیحی اجلاس میں شریک ہوئے، آخر میں صدر مجلس کی دعا پر نشست کا اختتام ہوا۔

Scanned with CamScanner

امارت کے شب وروز

سید محمد عادل فریدی

مسجدیں صرف نمازوں کے لیے نہیں بلکہ معاشرہ کی دینی، اخلاقی، تعلیمی اور معاشرتی ضروریات کی تکمیل کے لیے بھی ہیں: مفتی وصی احمد قاسمی

مدرسہ عظمتیہ دار القرآن انصار نگر نوادہ میں ائمہ ، علماء و ذمہ داران مدارس کے مشاورتی اجلاس سے امارت شرعیہ کا خطاب

مورخہ 23 جون 2022 روز جمعرات کو دن میں دس بجے سے امارت شرعیہ بہار اڈیشہ و جھارکھنڈ کے زیر اہتمام مدرسہ عظمتیہ دار القرآن انصار نگر، نوادہ میں ائمہ کرام، متولیان و ذمہ داران مدارس و علماء کا ایک مشاورتی اجلاس بزرگ عالم دین، مدرسہ عظمتیہ کے مہتمم امارت شرعیہ کے رکن شوریٰ مولانا قاری شعیب صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ کے نائب قاضی شریعت مولانا مفتی وصی احمد قاسمی صاحب نے ائمہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ علماء کرام اور ائمہ عظام درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علمی، تہذیبی اور روحانی وارث ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے کلام اور اپنے دین کی حفاظت کے لیے خاص طور پر منتخب کیا ہے۔ وہ جس منبر و محراب سے اللہ اور اس کے رسول کا پیغام سناتے ہیں وہ درحقیقت منبر رسول ہے، اس اعتبار سے امت کے تئیں علماء کرام کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے، معاشرہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت و نمائندگی اہم ذمہ داری ان کے کاندھے پر ہے اس لیے ہمیں اس منصب کی ذمہ داریوں اور تقاضوں کو سامنے کرتے ہوئے یہ جائزہ لینا چاہئے کہ ہم ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں کہاں تک کامیاب ہیں۔ آپ نے مزید کہا کہ ائمہ کرام کی ذمہ داری صرف نمازیں پڑھانا ہی نہیں ہے بلکہ معاشرہ کی دینی، اخلاقی، تعلیمی اور معاشرتی ضروریات کی تکمیل بھی ان کی ذمہ داری ہے۔ معاشرہ کی تعمیر و تشکیل کے تعلق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت کے چند امتیازی امور جو معاشرہ کی اصلاح اور عوام کی فلاح کے لیے انجام دیے گئے ان کو پیش نظر رکھنا بہت اہم اور ضروری ہے۔ آپ نے پہلی وحی کے واقعہ کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ پہلی وحی کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے جو کلمات کہے، اور آپ کی جو خصوصیات بیان کیں وہ سب سماجی اور فلاحی امور سے متعلق ہے، جس کا تعلق معاشرتی نظام سے ہے، اس باب میں علماء اور ائمہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب کی نمائندگی کر رہے ہیں ان کو بھی امت کے معاشرتی نظام کے اصلاح کی فکر کرنی چاہئے۔ آپ نے مزید کہا کہ اصلاح اور دعوتی نظام کے لیے داعیانہ کردار اور اخلاق کا ہونا بھی بہت ضروری ہے، اس کے بغیر دعوت و اصلاح کا خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوگا۔ ہم سب کو چاہئے کہ سماج کے سامنے پہلے اپنی ذات کو پیش کریں پھر اپنی بات کو پیش کریں۔ اس لیے علماء و ائمہ کرام کی ذمہ داری ہے کہ اعلیٰ اخلاق و کردار کا حامل بنیں، باوقار وضعدار بن کر باخبر و باعمل رہیں تاکہ افادہ اور استفادہ کا سلسلہ سودمند ثابت ہو سکے۔ آپ نے سماج میں آپسی بھائی چارہ قائم کرنے اور نفرت و عداوت کے خاتمہ سے متعلق بیان کرتے ہوئے کہا کہ آپسی بھائی چارہ اور سماجی ہم آہنگی قائم کرنے کے لیے ہم سب کو چاہئے کہ سماج کے عمومی نفع رسانی کے کاموں اور سماج کے مشترکہ مفاد پر ہم اکٹھے ہوں۔ آپ نے کہا کہ سماجی ہم آہنگی اور آپسی بھائی چارہ کے قیام کے لیے اسلام نے جو آئیڈیالوجی پیش کی ہے وہ دنیا کی کسی قوم نے پیش نہیں کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ الخلق عیال اللہ کہ پوری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور سب سے بہتر شخص وہ ہے جو اللہ کی مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور انہیں نفع پہونچائے۔ آپ نے مساجد کے تحفظ کے سلسلہ میں بیان کرتے ہوئے کہا کہ آج باطل طاقتیں مسلمانوں کے وجود کے ساتھ مساجد کے وجود کو بھی نشانہ بنائے ہوئے ہیں، ایسی حالت میں ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ مساجد، مقابر، مدارس، خانقاہوں، مقبروں، امام باڑوں اور مسلمانوں کی اجتماعی جگہوں کے تحفظ کے لیے اقدام کریں، ان کا سروے ضرور کرائیں اور سروے میں واضح طور پر مسجد، مدرسہ، قبرستان، مقبرہ، امام باڑہ وغیرہ لکھوائیں۔ تمام مساجد کی زمینوں کی باقاعدہ رجسٹری کروائیں، اگر زبانی وقف ہے تو تحریری وقف نامہ بنالیں۔ کاغذی طور پر جو بھی صورتیں تحفظ کی ہوسکتی ہیں ان کو اپنائیں اور سب سے ضروری چیز ہے کہ مساجد کو عبادتوں اور نمازوں سے آباد کریں۔

امارت شرعیہ کے معاون ناظم مولانا قمر انیس قاسمی صاحب نے امارت شرعیہ کی ضرورت و اہمیت کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ امارت شرعیہ ہمارے ایمان و یقین کا حصہ اور ہماری اجتماعی و انفرادی زندگی کی اصلاح کا مرکز ہے، انہوں نے کہا کہ مولانا ابو المحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ اور ملک کے بڑے بڑے اکابر علماء نے امارت شرعیہ جیسا ادارہ قائم کیا تاکہ مسلمانوں کی زندگی ایک امیر شریعت کی ماتحتی میں شریعت کے مطابق گزر سکے۔ یہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کے لوگوں کی خوش قسمتی ہے کہ ان کے یہاں امارت شرعیہ قائم ہے۔ انہوں نے دار القضاء کی اہمیت و ضرورت کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ اپنے تنازعات و مسائل کو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق حل کرانا ایمان کے بعد فریضہ محکمہ ہے۔ امارت شرعیہ کے دار القضاء کا قیام اسی مقصد کے تحت ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ موجود امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کی خصوصی توجہ دار القضاء کے نظام کی وسعت پر ہے اور الحمد للہ ایک سال سے کم عرصے میں دس دارا لقضاء کا قیام ہو چکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دار القضاء اسلامی نظام عدل کا مرکز ہے، آج پوری دنیا عدم مساوات اور ظلم سے گھری ہوئی ہے، مظلوم انسانیت کو ظلم اور عدم مساوات سے نجات اسلامی نظام عدل کے سایے میں ہی مل سکتی ہے۔

مولانا قاری شعیب صاحب نے علماء کرام و ائمہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہم سب کے لیے ضروری ہے کہ اپنے اندر تقویٰ اور اللہ کا ڈر پیدا کریں۔ ہم لوگ اتنے مسائل میں اسی لیے گھرے ہیں کہ ہمارے دلوں کا تقویٰ کمزور ہو رہا ہے، تقویٰ کو مضبوط کیجئے ان شاء اللہ مسائل خود بخود حل ہوں گے۔ انہوں نے امارت شرعیہ کے ذریعہ اس مشاورتی اجلاس منعقد کرنے پر امیر شریعت مدظلہ اور ذمہ داران امارت شرعیہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ امارت شرعیہ ہر موقع پر ہماری رہنمائی کے آگے رہتی ہے اور کسی لمحہ پر ہمیں اکیلا نہیں چھوڑتی۔ ہم لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ جب بھی امارت شرعیہ سے کوئی پیغام دیا جائے تو اس پر لبیک کہیں اور امارت شرعیہ کی آواز سے اپنی آواز ملائیں۔ مولانا نصیر الدین مظاہری صاحب نے اس اجلاس کے غرض و غایت اور ایجنڈوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی، انہوں نے کہا کہ امارت شرعیہ کے شعبہ جات میں شعبہ امور مساجد اہم شعبہ ہے، جس مقصد امارت شرعیہ کے دائرہ کار میں تمام ائمہ مساجد کے رابطہ کو امارت شرعیہ سے مضبوط کرنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ائمہ کرام امارت شرعیہ کے پیغام کو لوگوں تک پہونچانے کا سب سے موثر ذریعہ ہیں، کیوں کہ مسجد کے منبر و محراب سے جو صدا نکلتی ہے وہ ہر گھر تک پہونچتی ہے اور لوگ اس پر اعتماد کرتے ہیں۔

مولانا سید محمد عادل فریدی نے موجودہ تہذیبی و فکری تصادم کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت مساجد اور ائمہ مساجد کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ اس وقت ہماری تہذیب و شناخت اور ثقافت پر چوطرفہ یلغار ہو رہی ہے، ہماری نسلوں کے دین و ایمان کو مٹا دینے کی کوششیں ہو رہی ہیں، ایسی صورت میں مساجد دین کی حفاظت کے مراکز ہیں۔ انہوں نے امارت شرعیہ کے خود کفیل نظام مکاتب کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ مساجد کو مرکز بنا کر نئی نسل کی دینی تعلیم کا نظم کیا جائے۔ ائمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلانے کی ترغیب دیں۔ اجلاس کا آغاز قاری شوکت مظاہری امام مسجد عمر کمال پور کی تلاوت سے ہوا، نعت حافظ شہباز صاحب امام شاہی مسجد ہسوا نے پیش کی۔ نظامت کے فرائض قاری مقصود احمد نعمانی امام جامع مسجد نوادہ نے انجام دیے۔ اس اجلاس کو کامیاب بنانے میں قاری مقصود احمد، قاری ضیاء الدین مظاہری، علاء الدین ہیرا صاحب، مولانا ابو العاص، حاجی شاہد صاحب، حاجی فخر الدین صاحب، مولانا طلحہ، مولانا منت اللہ، فصیح احمد انجینئر، شہاب الدین، حافظ سرفراز، شفیع احمد، اسعد اللہ نے اہم رول ادا کیا اور مہمانوں کا استقبال کیا۔ آخر میں مولانا مفتی وصی احمد قاسمی صاحب کی دعا پر اجلاس کا اختتام ہوا۔

سید شاہ وجیہ اللہ قادری اور جناب پرویز عالم گریڈیہ کے انتقال پر حضرت نائب امیر شریعت کی صدارت میں امارت شرعیہ میں تعزیتی نشست

خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ کے بزرگ عالم دین، موجودہ سجادہ نشیں حضرت مولانا سید شاہ آیت اللہ قادری کے عم محترم، شاہ امان اللہ قادری مجیبی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے مولانا سید شاہ وجیہ اللہ قادری کے انتقال پر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں نائب امیر شریعت بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کی صدارت میں ایک تعزیتی نشست اور ایصال ثواب کی مجلس کا اہتمام کیا گیا۔ اس تعزیتی مجلس میں مولانا مرحوم کے محاسن کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت نائب امیر شریعت نے فرمایا کہ مولانا سید شاہ وجیہ اللہ قادری خاندانی نجابت اور نسبی وجاہت کے ساتھ ساتھ اخلاق کریمانہ اور مومنانہ خصوصیات کے حامل بزرگ تھے۔ آپ بہت ہی خلیق، صوم و صلوٰۃ کے پابند اور اپنی زندگی کے ہر لمحہ کو شریعت مطہرہ کی روشنی میں بتانے والے تھے۔ آپ کو دیکھ کر سلف صالحین کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ قائم مقام ناظم مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب نے کہا کہ خانقاہ مجیبیہ کے بزرگوں کی ہمیشہ ایک منفرد شناخت رہی ہے، اور عوام و خواص میں اچھا اثر رہا ہے۔ شاہ وجیہ اللہ قادری صاحب بھی بزرگوں کے اسی پاکیزہ روایت کے امین تھے، ان کے انتقال سے نہ صرف خانقاہ مجیبیہ بلکہ ملت ایک غم خوار اور دل درمند رکھنے والے بزرگ سے محروم ہوگئی۔ مولانا سہیل احمد ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ مولانا شاہ وجیہ اللہ قادری سے میرے طالب علمی کے زمانے سے تعلقات تھے۔ ان کی ابتدائی تعلیم خانقاہ مجیبیہ سے ہی ہوئی تھی، پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے ندوہ گئے، تو وہاں میری ان سے ملاقات ہوئی اور کچھ دنوں ایک کمرے میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ اس زمانے سے ہی بہت ہی متواضع اور اخلاق مند انسان تھے، اپنے ساتھیوں کی خدمت کرنے میں کبھی عار محسوس نہیں کرتے۔ کسی وجہ سے ندوہ میں تعلیم مکمل نہیں کر سکے اور کچھ سال کے بعد وہاں سے تعلیم منقطع کر کے واپس چلے آئے، پھر مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ سے اعلیٰ تعلیم کی اسناد حاصل کیں۔ میری جب بھی ملاقات ہوتی قدیم تعلقات کی بنا پر بڑے احترام اور قلبی تعلق کا اظہار کرتے۔ آپ مرنجاں مرنج طبیعت کے حامل اور کئی خوبیوں کے مالک تھے، نماز جماعت کے بہت پابند، صالح کردار اور پاکیزہ گفتار کے حامل تھے، عاجزی اور انکساری ان کی خاص شناخت تھی، اتنے بڑے خانوادے کا فرد ہونے کے باوجود تکبر اور بڑائی کا کوئی شائبہ تک نہیں تھا۔ ان کے انتقال سے بڑا دکھ ہوا، اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔

مولانا شاہ وجیہ اللہ قادری کا انتقال 20 جون کی شب ہوا، وہ تقریباً ساٹھ سال کے تھے، مرحوم کی نماز جنازہ 21 جون کو بعد نماز ظہر خانقاہ مجیبیہ میں ادا کی گئی، جنازہ کی نماز خانقاہ مجیبیہ کے سجادہ نشیں حضرت الحاج مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ نے پڑھائی، اور باغ مجیبی خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف میں خانقاہ مجیبیہ کے دیگر بزرگوں کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ امارت شرعیہ سے مولانا سہیل احمد ندوی نائب ناظم، مولانا عبد الباسط ندوی سکریٹری المعہد العالی، جناب اعجاز صاحب ایم ایس ایم اسپتال نے نماز جنازہ اور تدفین کے عمل میں شرکت کی اور خانقاہ مجیبیہ کے ذمہ داروں سے امیر شریعت حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی صاحب دامت برکاتہم، نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب و دیگر ذمہ داران امارت شرعیہ کی طرف سے اظہار تعزیت کیا۔

آج کی اس تعزیتی مجلس میں امارت شرعیہ کے ایک اور مخلص و معاون جناب پرویز عالم صاحب گریڈیہ کے انتقال پر بھی تعزیت کا اظہار کیا گیا۔ جناب پرویز عالم صاحب کا امارت شرعیہ سے دیرینہ تعلق تھا، اور امارت شرعیہ کے مقاصد کی تکمیل میں ہمیشہ مدد و معاون رہتے۔ آپ نے اپنی ذاتی زمین امارت شرعیہ کو اسپتال قائم کرنے کے لیے ہبہ کی تھی، جس پر اسپتال کی بنیاد رکھی جا چکی ہے۔ حضرت نائب امیر شریعت نے اس موقع پر ان کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ جناب پرویز عالم صاحب کی خواہش تھی کہ اسپتال انکی زندگی میں تعمیر ہو جائے، لیکن مرضی الٰہی! ایسا نہ ہوسکا، ان شاء اللہ جلد ہی تعمیری کام مکمل کر کے وہاں باضابطہ طبی خدمات کا آغاز ہوگا۔ ان شاء اللہ یہ ان کے لیے عظیم صدقہ جاریہ اور دائمی اجر و ثواب کا باعث ہوگا۔ آخر میں حضرت نائب امیر شریعت نے دونوں مرحوم حضرات کے لیے مغفرت اور بلندی درجات کی دعاء کرائی۔ اس تعزیتی نشست میں مولانا محمد انظار عالم قاسمی قاضی شریعت مرکزی دار القضا، مولانا مفتی سہیل احمد قاسمی صاحب صدر مفتی امارت شرعیہ، مولانا قمر انیس قاسمی معاون ناظم، مولانا احمد حسین قاسمی معاون ناظم، مولانا محمد ارشد رحمانی آفس سکریٹری، جناب سمیع الحق صاحب، مولانا مجاہد الاسلام صاحب، مولانا ممتاز احمد صاحب، مولانا منہاج عالم ندوی صاحب، مولانا سہیل سجاد قاسمی، مولانا قاری مجیب الرحمٰن استاذ مدرسہ تحفیظ القرآن، سید محمد عادل فریدی کے علاوہ دیگر کارکنان امارت شرعیہ بھی شریک ہوئے۔

Scanned with CamScanner

ادب وتنقیدِ اردو کا شہ سوار: گوپی چند نارنگ

صفدرامام قادری

ریاست ہائے متحدہ امریکا میں اپنے صاحب زادے اور چندہ عزیزوا قارب کے بیچ ۱۵رجون۲۰۲۲ کو پروفیسر گوپی چند نارنگ ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئے۔ گذشتہ برسوں میں اُن کی صحت گرنے لگی تھی۔ حافظہ ویسا رواں دواں نہیں تھا جیسا پہلے رہا کرتا تھا۔ مجلسی زندگی میں بھی وہ وہیل چیئر سے لائے جاتے تھے اور طول طویل تقریروں کا سلسلہ تو برسوں سے بند تھا۔ مختصر تقریر اور چند باتیں کہہ کر وہ رُخصت ہو جاتے تھے۔ کئی برسوں سے ان کا یہ معمول ہوگیا تھا کہ ہر سال ایک بڑا وقفہ وہ اپنے بیٹے کے پاس امریکا میں گزارتے تھے۔ جس طرح کووڈ-۱۹ نے ایک سلسلے سے ہمارے بڑے نقادوں مثلاً شمس الرحمان فاروقی اور شمیم حنفی کو ہم سے جُدا کیا، اُس کے بعد ہر شخص کی نظر اُن دونوں سے عمر میں چند برس بڑے نارنگ صاحب کی طرف جاتی تھی اور ہر کوئی وبا کے اِس دَور میں اُن کی خیریت جاننے کے لیے کوشاں ہوتا تھا۔ وبا سے تو وہ محفوظ رہے مگر عمرِ طبعی اور گوشت پوشت کے ڈھانچے کو زوال آنا ہی تھا۔ آخر کار اپنے وطن اور اپنے میدانِ عمل سے بہت دُور سات سمندر پار گوپی چند نارگ خاموشی سے رُخصت ہوگئے۔ اردو تنقید کی موجودہ سب سے بڑی شخصیت کو کھو کر اردو کے ادیب، شاعر اور طالب علم سب اُداس ہیں۔

گوپی چند نارنگ نے ایک بھری پڑی زندگی گزاری۔ درس وتدریس اور شعروادب کے اقتدارِ عالیہ پر وہ چار دہائیوں سے زیادہ تک متمکن رہے۔ دہلی یونی ورسٹی اور جامعہ ملیہ اسلامیہ سے وہ باضابطہ طور پر بہ حیثیت استاد متعلق رہے۔ ادب وتہذیب سے متعلق اداروں سے اُن کی ہمیشہ گہری دل چسپی رہی۔ اردو اکادمی، دہلی، قومی اردو کونسل دہلی اور ساہتیہ اکادمی کے وہ سربراہ رہے۔ مختلف یونی ورسٹیوں میں وہ ویزٹنگ فیلو، وزٹنگ پروفیسر اور پروفیسر امیرٹس جیسے مناصب پر وہ وقفے وقفے سے آتے جاتے رہے۔ انھوں نے بہت سارے سیمینار کیے۔ دنیا بھر کے ملکوں میں اردو زبان کے سفیر کی حیثیت سے آتے جاتے رہے۔ دنیا بھر سے لوگوں کو انھوں نے ہندستان میں بلایا۔ سیمناروں کے مضامین چھاپے اور اُنھیں کتابی شکل میں ترتیب دے کر شایع کیا۔ تصنیفات و تالیفات کی طرف شروع سے رغبت رہی اور آج یہ بات مختلف ذرایع سے کہی جا رہی ہے کہ اُنھوں نے ۶۵ کتابیں تصنیف کیں۔ ہندستان کے سِوِل اعزازات کی بات کہیں تو پدم شری سے لے کر پدم وبھوشن تک اُنھیں حاصل ہوئے۔ ہندستان ہی نہیں، پاکستان حکومت کی جانب سے دیے جانے والے ستارۂ امتیاز کو حاصل کرنے میں بھی وہ کامیاب رہے۔ اُنھوں نے جتنا چاہا، اتنا اُنھیں قبولِ عام کا درجہ ملا۔ ایسے میں اِس بات کا یقین ہے کہ نارنگ صاحب بہ وقتِ رُخصت مطمئن اور خوش رہے ہوں گے اور شاید ہی اُنھیں کسی بات کا ملال ہو کہ وہ اُنھیں حاصل نہیں ہوا۔ ایسی شانت اور آرام کی موت کم لوگوں کے حصے میں آتی ہے۔

مختلف کالجوں کی ملازمت کے بعد گوپی چند نارنگ جب دلّی یونی ورسٹی میں خواجہ احمد فاروقی کے رفیق کار کی حیثیت سے آئے تو اُس کے بعد انھوں نے کبھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ دلّی یونی ورسٹی میں کرسیِ صدارت نہیں مل سکتی تھی تو جامعہ ملیہ اسلامیہ میں نئی ملازمت کے ساتھ سربراہی کرنے کے لیے تشریف لے آئے۔ اردو فکشن پر وہیں ایک یادگار عالمی سمینار کرا کر منتظم کی حیثیت سے اُنھوں نے اپنی پہچان قایم کی۔ چھوٹے بڑے ہر ادارے میں اِسی انتظام کار ہونے کی وجہ سے وہ داخل ہوتے رہے اور اُس کے فیضان سے خود اور دوسروں کو فیض یاب کرتے رہے۔ مالک رام جب ساہتیہ اکادمی کی اردو کمیٹی کے کنوینر ہوتے تھے، اُسی زمانے میں نارنگ صاحب کا ساہتیہ اکادمی میں داخلہ ہوا۔ دس برسوں تک وہ اردو کے کنوینر رہے۔ پانچ برس ساہتیہ اکادمی کے وائس چیئر مین، اور پانچ برس چیئر مین رہے۔ چیئر مین کا انتخاب تو اُنھوں نے بنگالی زبان کی ممتاز مصنفہ مہاشویتا دیوی کو شکست دے کر حاصل کی۔ گذشتہ تیس برسوں میں اردو زبان میں نارنگ صاحب کی حیثیت یہ رہی کہ وہ جس کی طرف نگاہِ التفات کر لیں، اُسے اردو کا ساہتیہ اکادمی ایوارڈ مل جائے گا۔ اِس کے لیے نہ کتاب کی اہمیت شرط تھی اور نہ ہی مصنف کی صفِ اوّل میں شمولیت کی کوئی شرط۔ مطلب یہ کہ نارنگ صاحب نے جسے چاہا اُسے ساہتیہ اکادمی ایوارڈ بخش دیا۔ اِس کا یہ بھی مطلب ہے جن جن لوگوں کو انھوں نے نہیں چاہا، اُنھیں اردو کا ساہتیہ اکادمی ایوارڈ نہیں مل سکا۔

دو دہائیوں سے زیادہ عرصے سے دوحہ قطر سے ایک انعام دیا جاتا ہے جس کے ہندوستان میں کنوینر گوپی چند نارنگ صاحب تھے۔ یہ انعام بھی کسی ایک ایسے شخص کو نہیں مل سکا جس سے عرفِ عام میں نارنگ صاحب سے ناپسندیدگی کا رشتہ رہا ہو۔ معیار کا تعین تو اِس بات سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ اِس بار پاکستان کے نمائندہ مصنف کے طور پر ظفر اقبال کو چُنا گیا مگر اِس کے متوازی مدھیہ پردیش کے سیفی سرونجی کو انعام پیش کرنے کا فیصلہ ہوا۔ یہ چند مہینوں قبل کی بات ہے۔ اِس انعام سے بے اطمنانی پر سب نے نارنگ صاحب کی طرف نگاہ اُٹھائی تھی۔ یونی ورسٹیوں میں ملازمت، ساہتیہ اکادمی، این۔سی۔پی۔یو۔ایل وغیرہ کے ساتھ ساتھ انعامی کمیٹیوں کی جیوری کے ممبران سب نارنگ صاحب کی خواہش پر طے کیے جاتے رہے ہیں۔ کن لکھنے والوں کو حاشیے پر رکھنا ہے اور کن لوگوں کے لیے ترقی کے راستے ڈھونڈنے ہیں، یہ سب نارنگ صاحب کے فرمان سے ہی ہوتا رہا ہے۔

دلّی یونی ورسٹی اور جامعہ ملیہ اسلامیہ میں وہ اردو کے استاد تھے۔ ابھی وہ نسل ہمارے بیچ موجود ہے جو اُس زمانے میں اِن دونوں یونی ورسٹیوں میں زیرِ تعلیم تھی۔ شاید ہی اُن میں سے دو، چار، پانچ لوگ بھی دس بیس موضوعات کی فہرست پیش کر سکیں، جنھیں پروفیسر گوپی چند نارنگ نے اُنھیں سبقاً سبقاً پڑھایا ہو۔ سلسلے وار طریقے سے کوئی ایک پرچہ یا نصاب کا کوئی مکمل حصہ کسی بھی جماعت میں اُنھوں نے پڑھایا ہو تو اِس کے ثبوت آسانی سے فراہم نہیں ہو سکتے۔ اُن کی نگرانی میں کس اعلا پائے کی تحقیق ہوئی یا اِن یونی ورسٹیوں سے کن ہونہاروں کو اپنی تعلیم کی بدولت آسمانِ علم وادب تک انھوں نے پہنچایا، یہ کسی حلقے سے بھی کبھی مشتہر نہیں ہوا۔ کئی یونی ورسٹیوں میں کئی کئی لاکھ ماہانہ کی اُجرت پر وہ مہمان استاد بنائے گئے۔ کچھ برس پہلے جب بیگ احساس حیدر آباد یونی ورسٹی کے صدر شعبۂ اردو تھے، وہاں بھی نارنگ صاحب وزٹنگ فیلو رہے۔ دو برسوں تک غالباً دو لاکھ روپے ماہانہ اُنھیں ملتے رہے، مگر چوبیس مہینوں میں اُن طلبا، تحقیق کاروں اور اساتذہ کی علمی ترقی کے لیے نارنگ صاحب نے کتنے لیکچر دیے، یہ تاریخ کے صفحات میں درج نہیں ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ بیگ احساس صاحب کو ساہتیہ اکادمی کا ایوارڈ ضرور حاصل ہوگیا۔

نارنگ صاحب کی وفات کی جیسے خبر آئی، ویکیپیڈیا کے حوالے سے ہر طرف یہ اطلاع دی جانے لگی کہ اُن کے قلم سے پینسٹھ (۶۵) کتابیں نکلی ہیں۔ تقریباً چودہ پندرہ برس ہوئے جب گوپی چند نارنگ کی کتابوں کی آفیشل فہرست دو درجن سے کم ہوتی تھی، مرحوم سکندر احمد نے 'پروفیسر گوپی چند نارنگ کی کتابوں کی حقیقی تعداد' عنوان سے ایک مضمون لکھا جس میں سے می نار کے مقالوں کی ترتیب، انتخابِ کلام کی ترتیب اور اُسی طرح کتابچوں کے ناموں کو منہا کر کے اُنھوں نے یہ ثابت کیا تھا کہ گوپی چند نارنگ کی اصل کتابیں صرف چھے (۶) ہیں۔ اُس زمانے میں فاروق ارگلی نے 'تماشائے اہلِ کرم' نام سے گوپی چند نارنگ کی شخصیت اور خدمات پر جو مجموعۂ مضامین شایع کیا تھا، اُس میں وہ تحریر موجود ہے۔ مرحوم پروفیسر لُطف الرحمان نے اپنے اخبار 'اعتراف' میں بھی اُسے شایع کیا تھا۔ اُس کے بعد بہ عجلت نارنگ صاحب کی یک موضوعی کتابیں شایع ہونے لگیں۔ اب بھی اُن کی تصنیف کردہ کتابوں کی تعداد بہ مشکل درجن سے بڑھتی ہے۔ ورنہ مختلف اداروں کی سربراہی کے دوران اُنھوں نے وہاں جو پروگرام کیے، اُن میں پیش کردہ مقالات کی اشاعت کے مرحلے میں خود کو انھوں نے ترتیب وتہذیب کا ذمہ دار بنا دیا۔ تنظیمی کاموں سے اُنھیں کم مہلت ملی جس کی وجہ سے شمس الرحمان فاروقی کی طرح یک سو ہو کر مختلف موضوعات پر بڑی کتابیں لکھنے کے لیے وہ مہلت نہ نکال سکے۔ اُن کی کتابوں کی فہرست میں 'املا نامہ' جیسی مختصر سی کتاب یا کتابچہ بھی شامل ہے جس کی پہلی اشاعت کے بعد لوگوں نے جب اعتراضات کیے تو ساری سفارشات واپس لے کر املا کے پرانے راستے پر ہی جانے کے لیے وہ مجبور ہوئے۔ مصنف کی حیثیت سے گوپی چند نارنگ کی جیسی شہرت اور مقبولیت رہی، اُس اعتبار سے اُن کی تصنیفات وقیع نہیں معلوم ہوتیں۔

اردو کا ایک بڑا طبقہ گوپی چند نارنگ کو اردو زبان کا عالمی سفیر کہتا ہے۔ وہ دنیا بھر میں گھومتے رہے اور جہاں بھی گئے ،اردو کے ادیب اور نقاد ہی کی حیثیت سے وہ اپنی بنیادی پہچان رکھتے تھے۔ اُن کی طلاقتِ لسانی کا بہت شہرہ رہا۔ اُن کی مقبولیت کے پیچھے اِس کا بڑا ہاتھ ہے۔ چھوٹی بڑی ہر محفل میں وہ رنگ جما لیتے تھے۔ شاید ہی کوئی ایسا ادیب، شاعر یا اردو کا ریسرچ اسکالر ہو جو گوپی چند نارنگ کی لذتِ تقریر کا شیدائی نہ ہو۔ کسی محفل میں گھنٹہ بھر بول لینا تو اُن کے لیے عام بات تھی، مگر جن لوگوں نے کسی خاص موضوع پر اُن کی تقریر سُنی ہو، وہ اپنے ذہن پر زور ڈال کر یہ آسانی سے نہیں بتا سکتے کہ اُن کی تقریر کے خاص نکات کیا کیا تھے۔ تقریر کی مقبولیت الگ شے ہے اور اُس کا مغز ایک دوسری بات ہے۔ ہم سب اردو کے عظیم نقاد سے کسی موضوع کی دس باتیں سمجھنا چاہتے تھے مگر گل افشانیِ گفتار میں اِس کے لیے گنجائش ہی کہاں تھی۔

گذشتہ برس بھارتیہ گیان پیٹھ کے انعام کے مرحلے میں پروفیسر گوپی چند نارنگ کا نام سامنے آیا۔ ایک دہائی سے زیادہ کے دورانیے میں وہاں نارنگ صاحب کے کئی فیض یافتہ افراد بہ طور رُکن شامل تھے؛ مگر وہاں اخبار اور رسائل کے تراشے اور اُن کے ثبوت فراہم کیے گئے کہ نارنگ صاحب کی مابعدِ جدیدیت کے حوالے سے جو کتابیں شایع ہوئی ہیں، وہ نقل در نقل اور ترجمہ در ترجمہ ہیں۔ اُنھیں طبع زاد کتاب کے لیے انعام نہیں دیا جا سکتا۔ گذشتہ دو دہائیوں سے زیادہ عرصے میں عمران شاہد بھنڈر اور کئی افراد نے نارنگ صاحب کی کتابوں میں دوسرے مصنفین سے کیا کچھ لیا ہوا ہے، اِس کے بار بار ثبوت فراہم کیے؛ مگر نارنگ صاحب نے کبھی اِس الزام کی صفائی نہیں دی۔ اِس سے اُن کا علمی بُت بار بار ٹوٹا۔ کاش وہ اپنی زندگی میں اِن حقائق سے پردہ اُٹھا سکتے۔ کاش یہ ممکن ہو جاتا۔

نارنگ بڑے نقادوں کے دَور کی آخری نشانی تھے۔ آزادی کے بعد کے زمانے میں کلیم الدین احمد، آلِ احمد سرور اور احتشام حسین کا ایک مثلث ہوتا تھا۔ اُن کے بعد کے دَور میں شمس الرحمان فاروقی اور گوپی چند نارنگ ہمارے دَور کے سب سے بڑے تنقیدی بُت تھے۔ وارث علوی اور شمیم حنفی بھی اِس فہرست میں شامل ہو سکتے ہیں؛ مگر تنقیدی اقتدار تو نارنگ اور فاروقی کے پاس ہی تھی۔ اِن کے جیتے جی ان کے بعد کے معتبر نقاد وہاب اشرفی اور ابوالکلام قاسمی بھی رُخصت ہو گئے۔ اردو کے تنقیدی منظر نامے میں قد آور شخصیات، بااثر اور بارُعب افراد اور محفلوں میں علمی وقار کے ساتھ اپنی جگہ بنا لینے والے نقاد چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملیں گے۔

کائنات انٹر نیشنل اسکول مع ہاسٹل (2+10، ملحق: سی۔بی۔ایس۔ای)

جامعہ کائنات (ملحق: بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ، پٹنہ)

تدریسی وغیر تدریسی عملہ کی ضرورت

استاذ برائے اردو، فارسی، عربی، اسلامیات، حفظ، ناظرہ، سنسکرت، کمپیوٹر، ریاضی، فزیکل ایجوکیشن کے علاوہ اتالیق (WARDEN) طباخ (COOK) نائٹ گارڈ وڈرائیور کی ضرورت ہے، خواہش مند حضرات درج ذیل پتہ پر ۳۰رجون ۲۰۲۲ء سے قبل اپنے کوائف (Bio Data) مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں۔

الملتمس

شکیل احمد کاکوی

چیئر مین، کائنات انٹرنیشنل اسکول

کائنات نگر، کاکو، جہان آباد۔۸۰۴۴۱۸

واٹس ایپ ورابطہ نمبر: 8809285505

shakilkakvi@gmail.com

Scanned with CamScanner

تقابل ادیان کے مطالعہ کی اہمیت

مولانا اسجد عقابی، استاذ دار العلوم وقف دیوبند

ہندوستان کا موجودہ منظر نامہ کسی بھی طرح مسلمانوں کیلئے باعث اطمینان نہیں ہے، ہر آئے دن مسلمانوں کے مذہبی تشخصات اور اسلامی شعائر کے خلاف زبان درازیاں کی جارہی ہیں اور زبان درازی کرنے والے وہ افراد ہیں جو حکومت یا سیاسی پارٹیوں کی پشت پناہی میں بیٹھے ہوئے ہیں، جس کی وجہ سے مسلسل ایسے واقعات رونما ہو رہے ہیں، لیکن ان کے خلاف کوئی خاطر خواہ کاروائی نہیں ہو رہی ہے۔ شدہ شدہ بات یہاں تک پہنچ گئی کہ نیشنل پارٹی کی ترجمان نے نیشنل ٹی وی پر بیٹھ کر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی ہے مگر حکومت اور حکومتی اداروں سمیت تمام کے لب سلے ہوئے ہیں۔ تمام طرح کے دباؤ کے بعد بھی جو کاروائی کی گئی ہے اس کی حقیقت سے ہر کوئی واقف ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ یہ سلسلہ ختم گیا ہے بلکہ ایسے لوگوں کو شہ دینے والے موجود ہیں اور ان کی حمایت میں نعرے لگانے والے بھی موجود ہیں۔

ان مسائل کے علاوہ ایک بڑا مسئلہ موجودہ وقت میں یہ پیدا کیا جارہا ہے کہ بعض ایسے لوگوں کو ٹی وی چینل پر یا سوشل میڈیا کے ذریعہ عوام الناس کے درمیان لایا جارہا ہے جو خود کو سابق مسلم یا مسلم گھرانے کا فرد بتاتے ہیں اور لوگوں کو ورغلانے کے لئے جھوٹے اور غلط بیانات کو مذہب اسلام کی جانب منسوب کرکے ان کی اشاعت کرتے ہیں۔ ایسے افراد کو سوشل میڈیا پر اسلام مخالف گروہ کی جانب سے خاطر خواہ پزیرائی مل رہی ہے اور ان کی شہرت کے لئے ہر طرح کے سامان فراہم کئے جارہے ہیں۔ کن مسائل پر بات ہو رہی ہے اور کن موضوعات کو یہ لوگ استعمال کررہے ہیں یہ طویل بحث ہے لیکن ایک بات طے ہے کہ سب کچھ مکمل طور پر منصوبہ بند طریقے سے کیا جارہا ہے اور ان کے مقابلہ کے لئے ٹی وی چینلز پر ایسے نام نہاد مسلم افراد کو بٹھایا جارہا ہے جو تقابل ادیان یا مسائل شرعیہ کی حکمت سے ناواقف ہوتے ہی، بلکہ بسا اوقات دیکھنے میں آتا ہے کہ سیاسی میدان کا انسان مسلمانوں کی جانب سے مذہبی مسائل پر بات کرنے بیٹھ جاتا ہے، جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ شرمندگی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یا پھر مسلم نام والے ایسے افراد کو بٹھایا جاتا ہے جس کا مذہب اسلام سے نام کے علاوہ کوئی دوسرا رشتہ نہیں ہے اور جو ہر طرح کے غیر مذہبی کام کو انجام دینے کے بعد خود کو مسلم قوم کا نمائندہ یا مذہب اسلام کا ترجمان ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہر شخص کا اپنا میدان ہوتا ہے جب تک وہ اس میدان میں کام کرے ٹھیک ہے لیکن تن تنہا تمام عنادین کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ٹی وی ڈیبیٹ میں شرکت کرنے والے مسلم افراد ہر موضوع کے لئے خود کو تیار اور لائق سمجھتے ہیں جس کا نتیجہ ہے کہ عموماً شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بسا اوقات تین چار افراد کے درمیان ایک مسلم نام کو بٹھایا جاتا ہے اور ہر چہار جانب سے سوالات کی بوچھار شروع ہو جاتی ہے۔ معلوم نہیں کیوں ہمارے افراد چینلز میں شرکت سے گریز نہیں کرتے ہیں، آخر ایسی کیا مجبوری ہے کہ ان میں شرکت کو ناگزیر تصور کیا جاتا ہے۔ ہمارا عمومی مسئلہ یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ ٹی وی چینلز ہمارے خلاف باتیں کرتے ہیں، مسلم مسائل پر غلط طریقوں سے عوام کو گمراہ کیا جاتا ہے، لیکن اس کے باوجود ہماری جانب سے ایسے افراد تیار نہیں کئے جارہے ہیں جو دلائل و براہین کی روشنی میں مختلف موضوعات پر بات کرسکے۔ یا جو لوگ اس میدان میں کچھ حد تک دسترس رکھتے ہیں ان کی خدمات کے حصول کی بھی ہم فکر نہیں کرتے ہیں۔ دوسری بات، کیا ضروری ہے کہ ایسے پروگرام میں بار بار شریک ہوا جائے جہاں ہر بار بے عزت ہونا پڑے۔ اگر مسلم قوم کی جانب سے ڈیبیٹ میں شرکت بند ہو جائے تو ان چینلز کو دیکھنے کے لئے کوئی وقت فارغ نہیں کرے گا، عوام کی بڑی جماعت نیوز چینلز تسکین قلب کی خاطر دیکھ رہی ہے کہ کس طرح چار پانچ افراد کے درمیان میں ایک مسلم نام والے کو بے عزت اور شرمندہ کیا جارہا ہے۔ اب نیوز چینلز خبروں اور معلومات کے لئے نہیں دیکھے جاتے ہیں بلکہ جھوٹ اور پروپیگنڈے کو بڑھاوا دینے اور ایک خاص قوم کو ٹارگیٹ کرنے کے لئے دیکھے جاتے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو گودی میڈیا کے بائیکاٹ سے پہلے ان حضرات کا بائیکاٹ کرنا چاہئے جو مسلسل ٹی وی ڈیبیٹ میں شرکت کرتے ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ ٹی وی ڈیبیٹ میں مسلمانوں کو بلایا اس لئے جاتا ہے تاکہ فرقہ پرست ناظرین کے لئے انہیں سامان تضحیک بنا کر پیش کیا جائے۔

جہاں تک بات فتنہ ارتداد کے شکار افراد کی ہے جو خود کو سابق مسلمان ظاہر کرکے مذہب اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف نازیبا کلمات کہتے ہیں یا شعائر اسلام کی توہین کرتے ہیں تو ایسے افراد سے بحث و مباحثہ کے لئے تقابل ادیان کے ماہرین کا میدان میں آنا ضروری ہے۔ تلخ سہی لیکن حقیقت ہے کہ ہمارے درمیان ایسے افراد کی حد درجہ کمی ہے جو تقابل ادیان پر دسترس رکھتے ہیں، دو چار اشلوک اور سنسکرت کے دو چار شبد یاد کرکے تقریر کرنے والے بے شمار ہیں لیکن مذہب کے بنیادی مسائل سے واقفیت رکھنے والے نہیں ہے۔ امت مسلمہ کے لئے یہ میدان بالکل خالی پڑا ہوا ہے، اور اس لئے اس میدان میں ایسے افراد کا آنا ضروری ہے جو باضابطہ اس میدان میں مہارت رکھتے ہیں۔ ہمارے اکابر نے وقت اور موقع کی مناسبت سے باطل کا مقابلہ کیا ہے، جب جس میدان میں ضرورت پڑی مکمل تیاری کے ساتھ میدان میں اترے اور تاریخ گواہ ہے کہ چاہے آگرہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی کا پادری فنڈر سے مذہب اسلام اور عیسائیت پر مناظرہ ہو، شاہ جہاں پور کے میلہ خدا شناسی میں مولانا قاسم نانوتوی کی حق گوئی و بے باکی ہو یا مونگیر میں قادیانیوں کے خلاف محاذ برپا کرنے والے مولانا محمد علی مونگیری کی ایمانی غیرت ہو، ان نفوس قدسیہ نے ہر محاذ پر باطل کے چھکے چھڑائے ہیں اور انہیں ان کے منتخب کردہ مقامات اور موضوعات پر چاروں شانے چت کیا ہے۔ لیکن افسوس کہ آج ہمارے درمیان ان اکابر کا نام اور ان کے کارنامے تو موجود ہیں لیکن ان کی روح اور ان کا ایمانی جذبہ مفقود ہو گیا ہے۔ حالات کا تقاضا ہے کہ ان اکابر کی کتابوں کو کھنگالا جائے، ان سے مواد اکٹھا کیا جائے، ان کے فکر و نظر کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا جائے اور مکمل تیاری کے ساتھ میدان میں اترا جائے۔ ہمارے ان اکابر کی کتابوں میں تقابل ادیان کے متعلق اتنا مواد موجود ہے کہ اگر ان کا مطالعہ کیا جائے اور ان کی روشنی میں مذہب اسلام پر طنز کرنے والوں کو گھیرا جائے تو پنڈت دیانند سروتی کی طرح میدان چھوڑ کر بھاگنے کے علاوہ ان کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں ہوگا۔ مذہب اسلام ایک زندہ مذہب ہے جس کے پاس دلائل و براہین کے انبار ہیں لیکن افسوس کہ اساطیری طریقوں کے پیروکار آج خدائی دین کے حاملین پر خندہ زن ہیں لیکن ان کے رد کے لئے کوئی آگے آنے کو تیار نہیں ہے۔

اگر آج ہم نے ان مسائل کی روک تھام کے لئے اقدامات نہیں کیا تو ان کے اثرات بہت مہلک ثابت ہوں گے، یوں بھی آئے دن ملک ہندوستان میں ارتداد کی خبریں گردش کرتی نظر آتی ہے لیکن یہ آندھی بذات خود نہیں ختم ہوگی بلکہ اس کو روکنے کے لئے لائحہ عمل مرتب کرنا ہوگا، نوجوان نسل کے ذہن میں مذہب اسلام کے خلاف جو شکوک و شبہات پیدا کئے جارہے ہیں ان کا حل تلاش کرنا ہوگا، انہیں تشفی بخش جوابات سے مطمئن کرنا ہوگا، اور جس سطح پر، جس زبان میں، جن موضوعات پر باطل مذہب اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کررہا ہے ہمیں ان تمام کا ادراک کرکے اسی طرح جواب دینا ہوگا، اور جواب صرف دفاعی پوزیشن میں نہیں بلکہ اقدامی حالت میں دینا ہوگا۔ اسلام دین حق ہے اور اللہ تعالی نے وعدہ فرمایا ہے کہ ہم اسے تمام ادیان باطلہ پر غالب کریں گے۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی آسان تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یہ غلبہ علم و استدلال کے اعتبار سے ہے، کیونکہ اسلام حد درجہ انسانی عقل کے مطابق، فطرت سے ہم آہنگ اور مصلحتوں و حکمتوں کے موافق ہے، نیز اسلامی تعلیمات کے مآخذ قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و سیرت محفوظ ہیں اور پوری طرح تاریخ کی روشنی میں ہیں، کسی اور مذہب کو یہ امتیاز حاصل نہیں ہے، اس لئے یہ تو ہوسکتا ہے کہ مسلمان کسی خطہ میں عددی اعتبار سے کم ہو جائیں یا فوجی لحاظ سے شکست کھا جائیں، لیکن یہ ممکن نہیں ہے کہ اسلام مغلوب ہو جائے اور علم و استدلال کے اعتبار سے وہ کمزور ثابت ہو جائے''۔

تقابل ادیان کے سلسلہ میں دو کام کرنا نہایت ضروری ہے۔ سب سے پہلے اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے افراد کا انتخاب کرکے انہیں باضابطہ تربیت دی جائے، اس سلسلہ میں مدارس و مساجد نیز ملک بھر میں چلنے والی تنظیمیں اور مسلم ادارے اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ یہ دینی اور قومی فریضہ ہے جس کے لئے صرف مدارس و مساجد یا دیگر اداروں کو مختص نہیں کیا جاسکتا ہے، اس کام کے لئے وقت درکار ہے لیکن یہ وقت کی اہم ضرورت ہے، کیوں کہ ہم جس معاشرہ اور سماج میں جی رہے ہیں اس میں ہر آئے دن ایسے حالات کا سامنا رہا ہے، ماضی میں بھی ایسا ہوا ہے اور مستقبل میں بھی اس کے وقوع سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ دوسرا کام یہ ہونا چاہئے کہ ملکی سطح پر زمینی اعتبار سے کام کیا جائے، ہر علاقہ اور شہر میں دیگر پروگرام کی مانند تقابل ادیان پر پروگرام منعقد کئے جائیں اور خاص طور سے کالج و یونیورسٹی کے طلبہ کی شرکت کو ضروری بنایا جائے۔ ان پروگرام میں عقائد اور موجودہ دور میں جن مسائل پر شکوک و شبہات کے جالے بُنے جارہے ہیں ان پر قرآن و حدیث کی روشنی میں دلائل سے بات کی جائے، نیز مذہب اسلام کی آفاقیت، خاصیت، نورانیت، روحانیت اور زمانہ سے یکسانیت کو عقلی دلائل سے سمجھائیں۔ جو لوگ یہ جھوٹ پھیلانے میں مگن ہے کہ اسلام موجودہ دور کے مطابق نہیں ہے یا اسلام کے احکامات مرد و عورت کے لئے یکساں نہیں ہیں، ان کے سامنے پُرزور انداز میں اسلام کی تعلیمات سمیت دیگر ادیان کی حقیقت کو بیان کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ معلوم ہوسکے کہ انسانیت کا جتنا احترام مذہب اسلام میں موجود ہے دیگر مذاہب اس سے عاری ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ مذہب اسلام کسی فرد کا بنایا ہوا کوئی اصول یا ضابطہ نہیں ہے جو وقت اور حالات کے اعتبار سے بوسیدہ یا ناقابل عمل ہو جائے بلکہ مذہب اسلام تو اس خدا کا بھیجا ہوا دین ہے جو تمام انسانوں کا خالق و مالک ہے اور جس نے روئے زمین پر انسانوں کو بسایا ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کے بتائے اصول و ضوابط اور احکامات میں کوئی کمی کوتاہی رہ جائے۔ وقت اور حالات کے ساتھ انسانی غور و فکر کے حامل قوانین تبدیل ہوتے ہیں خالق کا بنایا ہوا فرمان کل بھی تمام نوع انسانی کے لئے راہ نجات تھا، آج بھی ہے اور کل قیامت تک رہے گا۔ دنیا کی جز وقتی ترقی اور آنکھوں کو خیرہ کرنے والی روشنی مذہب اسلام کے ابدی پیغام کو بجھانے سے عاجز و قاصر ہیں۔ لیکن ضرورت ہے کہ ہم مذہب اسلام کی صحیح معلومات اور تعلیمات سے دنیا میں بسنے والے افراد کو متعارف کرائیں۔

پائیونیر کمپنی

PIONEER COMPANY

سائنس لیب، فرنیچر، سامان اور کانفرنس ہال بنانے والی پائیونیر کمپنی کو دہلی، نوئیڈا، بہار اور جھارکھنڈ میں مناسب تنخواہ پر (۱) فیلڈ ایکزیکیٹیو (۲) ڈسٹرکٹ (District) ڈیلرشپ کی ضرورت ہے، خواہشمند حضرات رابطہ کرسکتے ہیں۔

ہمارے کسٹمر (Customer) ہیں: سی بی ایس ای اسکول (CBSE School) بی ایڈ کالج (B.Ed College) نرسنگ کالج (Nursing College) انجینئرنگ کالج (Engineering College)۔

نوٹ: کمپنی نئے سی بی ایس ای اسکول (CBSE School) بی ایڈ کالج (B.Ed College) ڈگری کالج (Degree College) نرسنگ کالج (Nursing College) کے لئے گائیڈ (GUIDE) بھی کرتی ہے۔

پتہ: ہوٹل ویلکم آر۔ کے بھٹہ چاریہ روڈ پٹنہ۔ 01

Add: Hotel Welcome R.K Bhattacharya Rd, Patna-01

Mob:9472278081(For U.P,Bihar& Jharkhand)

Scanned with CamScanner

غزوات نبوی ﷺ کا تاریخی جائزہ

محمد طاہر فاروقی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جتنے معرکے پیش آئے وہ دو قسم کے ہیں، جس معرکے میں آپؐ نے بہ نفس نفیس شرکت فرمائی وہ غزوہ ہے اور جس میں آپؐ خود شریک نہ تھے وہ سریہ کہلاتا ہے، مگر ان الفاظ کے استعمال میں بھی ہمارے قدما نے احتیاط نہیں کی، اکثر جماعتیں جو لڑنے کے علاوہ دوسرے کام کے لئے بھیجی گئیں، ان کو بھی مؤرخین نے سریات کے ذیل میں شمار کرلیا، جس سے اس عہد مبارک کی لڑائیوں کی تعداد زیادہ نظر آنے لگی، حالانکہ دراصل لڑائیوں کی تعداد بہت کم ہے۔

سریہ میں ایسی جماعتیں بھی شامل کرلی گئیں جو صرف دو تین افراد پر مشتمل تھیں، یا ان کے بھیجنے کے مقاصد ہی کچھ اور تھے، مثلاً:۱- دشمن کے ارادوں کا حال معلوم کرنا۔۲- صلح کرنے اور امن قائم کرنے کے لئے جانا۔۳- تبلیغ اسلام کے واسطے جانا۔۴- حملہ آوروں سے مدینہ منورہ کو بچانے کی غرض آگے بڑھ جانا، ان میں سے اکثر سریئے بغیر چھیڑ چھاڑ اور چپقلش کے واپس آئے۔۵- سفارت لے کر دوسرے قبائل کی طرف جانا۔۶- قریش کے قافلوں کی شام کی آمد ورفت میں روک ٹوک کرنا، مکہ میں مسلمانوں پر جو غیر انسانی اور ہیبت ناک مظالم ڈھائے گئے، ان کا حال سب کو معلوم ہے، اسی لئے اول ملک حبشہ کو اور پھر مدینہ کو ہجرت کی اجازت دی گئی، مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اب تک مسلمانوں کو لڑنے کی اجازت نہ تھی، جب قریش نے مدینہ میں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا اور آمادۂ جنگ ہوئے تو جہاد کی اجازت ملی، اس اجازت کی مصلحت خود خدا نے بتادی تھی۔

جہاد کے لئے جو حکم سب سے پہلے نازل ہوا، وہ سورۂ حج میں موجود ہے، اس میں یہ صراحت فرمادیا گیا کہ مسلمان لڑائی کے لئے تیار ہوئے تو وہ لڑائی جارحانہ نہ تھی بلکہ مدافعانہ اور حفاظت خود اختیاری کے لئے تھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ''تم کو لڑائی کی اجازت اس لئے دی گئی ہے کہ تم مظلوم ہو اور تم کو صرف خدا کی پرستش کے جرم میں وطن سے نکلنے پر مجبور کیا گیا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا (یعنی جہاد کی اجازت نہ دی جاتی) تو یہودیوں اور عیسائیوں کی عبادت گاہیں اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں خدا کا نام لیا جاتا ہے، گرادی جائیں''۔

یہ آخری بات صاف بتاتی ہے کہ جہاد کے حکم میں یہ مصلحت بھی پوشیدہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود اور دیگر اقوام سے جو معاہدے مذہبی آزادی اور امن عام کے لئے کئے تھے اور قریش جن کو پامال کرنے کے درپے تھے، ان کی حفاظت کی جائے، اس لئے کہ اگر کوئی قوم معاہدہ کا پاس ولحاظ کرنے والی نہ رہے گی تو مذہب اور عبادت گاہوں کی حفاظت کون کرے گا؟ اسی لئے جہاد کی دوسری آیت میں بھی یہی حکم دیا کہ ''صرف ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑنے کے لئے آئیں'' اس مختصر بیان سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ مسلمان جنگجو نہ تھے بلکہ ان کو لڑنے پر مجبور کیا جاتا تھا، ہجرت کر کے مدینہ آجانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو امن پھیلانے اور صلح فرمانے میں مصروف تھے اور قریش اپنا جال پھیلا رہے تھے، مدینہ میں ایک جماعت تھی جس کو خود قرآن حکیم نے منافقین کا لقب دیا ہے، یہ لوگ ظاہر میں مسلمان بنتے رہتے مگر درپردہ روپے آزار رہتے، ان کا سردار عبداللہ ابن اُبی بن سلول تھا، اس کا مدینہ میں بہت اثر تھا، قریش نے اسے لکھا کہ ''تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لڑو اور انہیں مدینہ سے نکال دو، ورنہ ہم سب تم پر حملہ کر کے تمہیں نیست ونابود کردیں گے''۔ اس نے اپنی جماعت کے لوگوں کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے تیار کیا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے خبر ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے اور ان منافقوں کو سمجھایا کہ قریش نے تم کو دھوکا دیا ہے، اگر تم ان کے فریب میں آگئے تو یاد رکھو کہ جن سے تم لڑوگے اور جنہیں تم نقصان پہنچاؤگے وہ سب تمہارے عزیز واقارب ہیں، قریش تو پھر بھی غیر ہیں' عبداللہ ابن اُبی کے ساتھی اس بات کو سمجھ گئے اور یہ فتنہ دب گیا۔

قریش نے اسی طرح یہود کو مسلمانوں کے خلاف اکسایا، یہود خود بھی مسلمانوں سے خفا تھے، ایک تو اس لئے کہ اسلام حضرت علیہ السلام کو سچا نبی مانتا تھا اور ان کی نبوت پر ایمان لانا اسلام کا جزو تھا۔ نیز یہ کہ اسلام کی رو سے یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کرنے میں غلطی پر تھے، دوسرے یہ کہ مسلمانوں نے اپنا قبلہ بدل دیا تھا، یعنی بیت المقدس کو چھوڑ کر خانہ کعبہ کو قبلہ قرار دیا تھا، تیسرے یہ کہ یہودیوں کو خطرہ تھا کہ مسلمان قوت پکڑتے جاتے ہیں تو اس سے ان کے اثر اور عظمت میں خلل آتا ہے، اب یہود نے دیکھا کہ سارے مکہ کی طاقت ہمارے ساتھ ہوئی جاتی ہے تو انہوں نے قریش سے اسلام کی مخالفت میں تعاون کرنا قرین مصلحت سمجھا، قریش کو اس طرف سے اطمینان ہوگیا تو انہوں نے مسلمانوں کو دھمکی دی کہ: ''تم یہ نہ سمجھنا کہ مکہ سے چلے آئے تو آرام سے بیٹھ رہو گے، ہم وہیں آکر تمہارا قلع قمع کر ڈالیں گے''۔ دھمکی سے تجاوز کر کے انہوں نے چھیڑ چھاڑ بھی شروع کردی۔ ربیع الاول ۲ھ میں کرز ابن جابر آیا اور مدینہ کے باہر جو مویشی چر رہے تھے انہیں لوٹ کرلے گیا۔

اسی طرح قریش نے ان قبائل کو بھی اپنے ساتھ ملالیا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان آباد تھے چنانچہ ان قبائل نے بھی مدینہ آنے جانے والوں پر سختیاں شروع کردیں، اس زمانے میں اہل مدینہ کو ہر وقت مشرکین مکہ کے حملہ کا خوف لگا رہتا تھا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود راتوں کو پہرہ دیا کرتے تھے، اسی طرح صحابہؓ سب کے سب اپنے ہتھیار ساتھ لے کر سوتے تھے۔

آخر رجب ۲ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو بارہ آدمیوں کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ قریش کی نقل وحرکت اور ان کے ارادوں کا پتا لگائیں، وہ پتا لینے مکہ کے قریب تک جا پہنچے تھے کہ قریش کا ایک قافلہ نظر آیا جو شام سے واپس آرہا تھا، حضرت عبداللہؓ اور ان کے ساتھیوں نے ان پر حملہ کیا، لڑائی میں عمرو بن الحضرمی مارا گیا، دو کافر قید ہوئے اور مال غنیمت ہاتھ آیا، واپس آکر حضرت عبداللہؓ نے مال غنیمت پیش کیا اور سارا قصہ سنایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی اجازت نہیں دی تھی، اس لئے آپ کو حضرت عبداللہؓ کا یہ فعل ناگوار ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت بھی قبول نہیں فرمایا، عمرو بن الحضرمی معززین قریش میں سے تھا اور وہ کافر تھا جو قید ہوئے وہ مغیرہ رئیس قریش کے بیٹے تھے، اس لئے اس واقعہ نے قریش کے جوش انتقام کو بھڑکا دیا اور نتیجہ میں غزوۂ بدر پیش آیا۔

غزوۂ بدر میں قریش مکہ پورے ساز وسامان حرب سے اچھی طرح لیس تھے اور مسلمان ان کے مقابلے میں ہر لحاظ سے بے حد کمزور تھے، مگر حق وباطل کے اس معرکہ کا نتیجہ سب کے سامنے ہے۔ ''جاء الحق وزھق الباطل'' کا پہلا روشن نشان دنیا کو نظر آیا اور مسلمانوں کو بے مثال فتح حاصل ہوئی، یہ فتح اسلام کی آئندہ ترقیوں کا پیش خیمہ تھی، قریش کے گیارہ بڑے بڑے سردار مارے گئے اور قریش کا اصل زور ٹوٹ گیا، مگر ان کے دل جوشِ انتقام سے بھر گئے، جس کا نتیجہ جلد ہی ظاہر ہوا، قبائل عرب پر بھی مسلمانوں کی اس فتح کا بہت اچھا اثر پڑا کہ وہ مسلمانوں کی طاقت سے مرعوب ہوگئے، مگر یہود کی آتشِ حسد اور زیادہ بھڑک اٹھی اور مسلمانوں کے پہلے سے بھی زیادہ سخت جانی دشمن بن گئے۔

فتح بدر سے یہودیوں کے دلوں میں حسد کی جو آگ بھڑکی تھی، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ ہر وقت مسلمانوں کے آزار کے درپے رہنے لگے، مشرکین مکہ نے ان کو پہلے ہی اچھی طرح سے بھڑکا رکھا تھا، منافقین مدینہ نے اور روغن قاز ملا دیا، حالانکہ مسلمانوں اور یہودیوں میں باہم صلح وآشتی کے معاہدے ہوچکے تھے، مگر انہوں نے ان کا بھی احترام نہ کیا، سب سے پہلے بنوقینقاع نے اس معاہدے کو توڑا اور شوال کے مہینہ میں جنگ کا اعلان کردیا، اتمام حجت کے طور پر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو سمجھایا، مگر انہوں نے کہا'' قریش تو فنونِ جنگ سے ناواقف ہونے کی وجہ سے تم سے ہار گئے، ہم تم کو بتادیں گے کہ لڑائی کیا ہوتی ہے'' مجبوراً مسلمانوں کو لڑائی پر تیار ہونا پڑا، یہود قلعہ بند ہوکر لڑے، پندرہ دن محاصرہ رہا، تنگ آگئے تو انہوں نے صلح کی درخواست کی اور کہا کہ'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی فیصلہ کریں گے ہمیں منظور ہوگا، عبداللہ ابن ابی منافقین مدینہ کا سردار اور بنوقینقاع کا حلیف تھا، اس نے سفارش کی کہ ان کو صرف جلاوطن کردیا جائے، چنانچہ وہ شام کو جلاوطن کردئے گئے، ان کی تعداد سات سو تھی، یہاں تمام غزوات کی تفصیل مقصود نہیں ہے، یہ بتانا مطلوب تھا کہ مسلمانوں سے قریش اور یہود کی لڑائیاں کس طرح شروع ہوئیں اور ان جنگوں میں مسلمانوں کا رویہ کیا تھا۔

غزوۂ احد غزوۂ بدر کے جوشِ انتقام میں پیش آیا، دوسری طرف یہود کے دوسرے قبائل برابر مخالفت اور دشمنی کا مظاہرہ کرتے رہتے تھے، بنونضیر کی چھیڑ چھاڑ جب حد سے بڑھ گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کی تجدید چاہی، بنوقریظہ نے تو معاہدے کی تجدید کردی، لیکن بنونضیر برسرِ مخالفت رہے، آخر پریشان ہوکر صلح پر آمادہ ہوئے اور بخوشی ورغبت انہوں نے جلاوطنی پسند کی، یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مسلمانوں نے ان کے مال واسباب سے مطلق تعرض نہیں کیا اور وہ بڑی شان وشوکت کے ساتھ تمام مال ومتاع اور ساز وسامان کے ساتھ شام اور خیبر کو کوچ کر گئے، اس کے بعد بڑی لڑائی غزوۂ خندق ہے، چونکہ اس جنگ میں مکہ کے قریش اور یہود اور دوسرے قبائل نے بڑے پیمانے اور بڑی تیاریوں کے ساتھ شرکت کی تھی، اس لئے اس کو غزوۂ احزاب بھی کہا جاتا ہے، اس وقت بنوقریظہ (یہود) نے کھلم کھلا معاہدے کی دھجیاں اڑادی تھیں، اس لئے جنگ خندق کی فتح کے بعد ان کو سبق سکھانا لازم تھا اور خود یہود نے شہادت دی تھی کہ حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ نے حکم کی حیثیت سے جو فیصلہ فرمایا تھا وہ تورات کے احکام کے عین مطابق تھا۔

مختصر یہ کہ قریش اور یہود اور منافقین تین بڑے دشمن اور مفسد گروہ تھے جو درپردہ اور علی الاعلان اسلام کی ہر طرح کی مخالفت اور مخاصمت پر کمربستہ رہتے تھے اور مجبور ہوکر مسلمانوں کو ان سے جنگ (جہاد) کی اجازت دی گئی تھی، پھر بھی جو جنگیں پیش آئیں، ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے، قریش کے حملوں کے نتیجہ میں جو لڑائیاں ہوئیں، وہ غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ احزاب اور غزوۂ حنین میں محدود ہیں، یہود کی لڑائیاں غزوۂ بنوقینقاع، غزوۂ بنونضیر، غزوۂ بنوقریظہ اور غزوۂ خیبر ہیں، ان میں سے پہلی دو میں مطلق خون ریزی نہیں ہوئی اور مفتوحین نے بخوشی ورغبت جلاوطنی کی سزا منظور کی، رومیوں سے سریہ موتہ (جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہ تھے) اور غزوۂ تبوک صرف دو معرکے ہوئے۔

اب ان جنگوں کا ایک اور زاویہ نظر سے مطالعہ کیجئے تو حیرت ناک نتائج سامنے آتے ہیں، یہ خیال رہے کہ جو اسلامی دستے دوسرے مقاصد سے بھیجے گئے تھے، جن میں لڑائی بھڑائی کا نام ونشان بھی نہیں ملتا، ان کو بھی مورخین نے غزوات کے ذیل میں بیان کیا ہے، جس سے غزوات کی تعداد بے سبب زیادہ نظر آنے لگی ہے، ورنہ حقیقت میں لڑائیاں صرف اتنی ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا، یا پھر فتح مکہ ہے، واضح ہو کہ غزوۂ تبوک میں بھی کوئی لڑائی نہیں پیش آئی تھی، ایسے ہی بعض اور غزوات ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس شرکت فرمائی، مگر بغیر کسی لڑائی کے واپس تشریف لائے، جیسے غزوات سویق، حمراء الاسد، انمار، بدر دوم، دومۃ الجندل، بنولحیان، غابہ اور ذات الرقاع، سریات میں بھی چند کے علاوہ جو لڑائی ہی کے لئے بھیجے گئے تھے، باقی موقعوں پر کوئی جنگ نہیں ہوئی، اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ ان کو لڑائیوں میں شامل کیا جائے، جو شخص بھی دیانت داری سے تاریخ کا مطالعہ کرے گا، وہ اس بات کو دل سے قبول کرے گا کہ جو دستے تبلیغ اسلام، تکمیل صلح، بت شکنی، رہزنوں کے تعاقب، جاسوسی، مخبری یا اس طرح کے دوسرے مقاصد کے لئے بھیجے گئے، ان کا شمار جنگوں میں کرنا سخت ناانصافی ہے اور فتح مکہ جیسی اہم جنگ جس طرح اختتام کو پہنچی اور یہاں جیسی رحم دلی، فراخ حوصلگی، عام معافی، رواداری اور سرچشمی کا مظاہرہ فرمایا گیا، اس پر ہزاروں امن، صلح، آشتی اور خوش اخلاقی کی مثالیں قربان کی جاسکتی ہیں، درحقیقت ''خلق عظیم'' کا یہ وہ اسوۂ حسنہ تھا جس کی مثال رہتی دنیا تک نہیں مل سکتی اور اس کا کوئی پرتو اگر نظر آسکتا ہے تو صرف مسلمان سلاطین کی فتوحات میں، جیسے صلاح الدین ایوبی کی فتح بیت المقدس۔

دشمنان اسلام کہتے چلے آئے ہیں کہ'' اسلام تلوار کے زور سے پھیلا'' اور ان کو اعتماد ہے اپنے زبردست پروپگنڈے اور تحریری قوت پر، جانتے ہیں کہ جھوٹ بات بھی بار بار دہرائی جائے اور مسلسل کہی جاتی رہے، تو سننے والوں کے دل میں شک تو پیدا کر ہی دیتی ہے، اسی لئے کتنے مسلمان نوجوان ہیں جو تفصیلات سے بے خبر اور ناواقف ہونے کے باعث ان کے پروپاگنڈے سے کم وبیش متاثر ہوجاتے ہیں، مگر حق یہ ہے کہ دشمنوں میں سے کوئی بھی آج تک اس دعوے کا کوئی ثبوت نہیں کرسکا، غزوات نبوی سے اس پر دلیل لانے کی حقیقت مذکورہ بالا تحریر سے روشن ہوگئی۔

Scanned with CamScanner

میں مسلمان کیوں ہوئی

سسٹر امینہ (امریکا)

ڈاکٹر عبدالغنی فاروق

محترمہ امینہ کا تعلق امریکا سے ہے انہوں نے 1977ء میں اسلام قبول کیا۔ اس سے قبل وہ امریکا کے سنڈے اسکولوں میں عیسائیت کی تعلیم دیا کرتی تھیں۔ قبول اسلام کے بعد انہیں غیر معمولی قسم کی قربانیاں دینی پڑیں، مگر انہوں نے کسی موقع پر حوصلہ مندی اور استقامت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا چنانچہ اپنے بے پناہ علم، شفقت، خوش طبعی، حسن اخلاق اور انسانی احترام کی وجہ سے وہ اپنے حلقہ تعارف اور خواتین میں Smiling Lady یعنی متبسم خاتون کے لقب سے یاد کی جاتی ہیں اسی خوش خلقی اور کریم النفسی کی وجہ سے لوگ انہیں عقیدت سے سسٹر امینہ بھی کہتے ہیں حالانکہ چند برسوں سے ان کی ریڑھ کی ہڈی میں درد ہے اور وہ بیساکھیوں کا سہارا لینے پر مجبور ہیں۔ مگر نہ تو وہ نماز پنج وقتہ کو قضا ہونے دیتی ہیں اور نہ دینِ حق کی تبلیغ میں ان سے کوتاہی ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ اس معذوری کے باوجود ہزاروں میل کا سفر طے کرکے پاکستان آئیں اور اسلام پر اپنے محکم یقین سے بے شمار خواتین اور مردوں کو متاثر کر گئیں۔ وہ ایک عملی خاتون ہیں اور قرآن و سنت کے ایک ایک حکم کو بجالانے کی کوشش کرتی ہیں۔ اس سفر میں ان کے ساتھ ان کا دس سالہ بیٹا ''محمد'' بھی تھا جو بڑا ذہین اور حساس بچہ ہے اور سسٹر امینہ اس کی اسلامی اصولوں کے مطابق تربیت کر رہی ہیں۔

محترمہ موصوفہ نے مختلف مواقع پر اپنے قبولِ اسلام کی وجوہ بیان کی ہیں۔ میں نے اس نوعیت کے تین مختلف مضامین سے استفادہ کرکے ذیل کی خودنوشت مرتب کی ہے۔ ان میں سے مفصل مضمون مس منور صادق کا ہے جو مجھے میرے بزرگ اور مہربان دوست کنور سعید اللہ خان صاحب (سرگودھا) نے فراہم کیا۔ میں اس کے لیے کنور صاحب اور مس منور صادق دونوں کا ممنون ہوں۔ مسٹر امینہ لکھتی ہیں کہ: میں جنوری 1945ء میں امریکا کی ریاست لاس اینجلس کے علاقے ویسٹ میں پیدا ہوئی۔ میرے والدین پروٹسنٹ عیسائی تھے اور ننھیال و ددھیال دونوں طرف مذہب کا بڑا چرچا تھا۔ میں اسکول کے آٹھویں گریڈ میں تھی کہ میرے والدین کو فلوریڈا منتقل ہونا پڑا اور باقی تعلیم وہیں مکمل ہوئی۔ میری تعلیمی حالت بہت اچھی تھی، خصوصاً بائبل سے مجھے خاص دلچسپی تھی اور اس کے بہت سے حصے مجھے زبانی یاد تھے۔ اس سلسلے میں میں نے متعدد انعامات بھی حاصل کیے۔ میں غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھی اور ویمن لبریشن موومنٹ (تحریک آزادیٔ نسواں) کی پرجوش کارکن تھی۔

ہائی اسکول کی تعلیم ختم ہوئی تو میری شادی ہوگئی اور اس کے ساتھ ہی میں ماڈلنگ کے پیشے سے منسلک ہوگئی۔ خدا نے مجھے اچھی شخصیت عطا کی تھی اور میں خوب محنت کرتی تھی، اس لیے میرا کاروبار خوب چمکا۔ پیسے کی ریل پیل ہوگئی۔ شوفر، بہترین گاڑیاں غرض آسائش کا ہر سامان میسر تھا۔ حالت یہ تھی کہ بعض اوقات ایک جوتا خریدنے کے لیے میں ہوائی سفر کرکے دوسرے شہر جاتی تھی۔ اس دوران میں ایک بیٹے کی ماں بھی بن گئی، مگر سچی بات ہے کہ ہر طرح کے آرام و راحت کے باوجود دل مطمئن نہ تھا۔ بے سکونی اور اداسی گویا مستقل آزار بن گئی تھی اور زندگی میں کوئی زبردست خلا محسوس ہوتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے ماڈلنگ کا پیشہ ترک کردیا۔ دوبارہ مذہبی زندگی اختیار کرلی اور مختلف تعلیمی اداروں میں مذہبی تبلیغ کی رضاکارانہ خدمات انجام دینے لگی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے مزید تعلیم کے لیے یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا۔ خیال تھا کہ اس بہانے شاید روح کو کچھ سکون ملے گا۔ اس وقت میری عمر تیس سال تھی۔

اسے خوش قسمتی ہی کہیے کہ مجھے ایک ایسے کلاس میں داخلہ ملا، جس میں سیاہ فام اور ایشیائی طالب علموں کی خاصی بڑی تعداد تھی۔ بڑی پریشانی ہوئی، مگر اب کیا ہوسکتا تھا۔ مزید گھٹن یہ دیکھ کر محسوس ہوئی کہ ان میں خاصے مسلمان تھے اور مجھے مسلمانوں سے سخت نفرت تھی۔ عام یورپین آبادی کی طرح، میرے خیال میں بھی، اسلام وحشت کا مذہب تھا اور مسلمان غیر مہذب، عورتوں پر ظلم کرنے والے اور اپنے مخالفوں کو زندہ جلا دینے والے لوگ تھے۔ امریکا اور یورپ کے عام مصنفین اور مورخین یہی کچھ لکھتے آرہے ہیں۔ بہرحال شدید ذہنی کوفت کے ساتھ تعلیم شروع کی، پھر اپنے آپ کو سمجھایا کہ میں ایک مشنری ہوں۔ کیا عجب کہ خدا نے مجھے ان کافروں کی اصلاح کے لیے یہاں بھیجا ہو، اس لیے مجھے پریشان نہیں ہونا چاہیے چنانچہ میں نے صورت حال کا جائزہ لینا شروع کیا تو حیرت میں مبتلا رہ گئی کہ مسلمان طالب علموں کا رویہ، دیگر سیاہ فام نوجوانوں سے بالکل مختلف تھا۔ وہ شائستہ، مہذب اور باوقار تھے۔ وہ عام امریکی نوجوانوں کے برعکس نہ لڑکیوں سے بے تکلف ہونا پسند کرتے، نہ آوارگی اور عیش پسندی کے رسیا تھے۔ میں تبلیغی جذبے کے تحت ان سے بات کرتی، ان کے سامنے عیسائیت کی خوبیاں بیان کرتی تو وہ بڑے وقار اور احترام سے ملتے اور بحث میں الجھنے کے بجائے مسکرا کر خاموش ہوجاتے۔

میں نے اپنی کوششوں کو یوں بے کار جاتے دیکھا تو سوچا کہ اسلام کا مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ اس کے نقائص اور تضادات سے آگاہ ہوکر مسلمان طالب علموں کو زچ کرسکوں، مگر دل کے گوشے میں یہ احساس بھی تھا کہ عیسائی پادری، مضمون نگار اور مورخ تو مسلمانوں کو وحشی، گنوار، جاہل اور نہ جانے کن کن برائیوں کا مرقع بتاتے ہیں، لیکن امریکی معاشرت میں پلنے بڑھنے والے ان سیاہ فام مسلمان نوجوانوں میں تو ایسی کوئی برائی نظر نہیں آتی، بلکہ یہ باقی سب طلبہ سے مختلف و منفرد پاکیزہ رویے کے حامل ہیں، پھر کیوں نہ میں خود اسلام کا مطالعہ کروں اور حقیقتِ حال سے آگاہی حاصل کروں۔ چنانچہ اس مقصد کی خاطر میں نے سب سے پہلے قرآن کا انگریزی ترجمہ پڑھنا شروع کیا اور میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یہ کتاب دل کے ساتھ ساتھ دماغ کو بھی اپیل کرتی ہے۔ عیسائیت پر غور و فکر کے دوران اور بائبل کے مطالعے کے نتیجے میں ذہن میں کتنے ہی سوال پیدا ہوتے تھے، مگر کسی پادری یا دانشور کے پاس ان کا کوئی جواب نہ تھا اور یہی تشنگی روح کے لیے مستقل روگ بن گئی تھی، مگر قرآن پڑھا تو ان سارے سوالوں کے ایسے جواب مل گئے، جو عقل اور شعور کے عین مطابق تھے۔ مزید اطمینان کے لیے اپنے کلاس فیلو مسلمان نوجوانوں سے گفتگو کی۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا تو اندازہ ہوا کہ میں اب تک اندھیروں میں بھٹک رہی تھی۔ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں میرا نقطہ نظر صریحاً بے انصافی اور جہالت پر مبنی تھا۔

مزید اطمینان کی خاطر میں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی تعلیمات کا مطالعہ کیا تو یہ دیکھ کر مجھے خوشگوار حیرت ہوئی کہ امریکی مصنفین کے پروپیگنڈے کے بالکل برعکس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنی نوع انسان کے عظیم محسن اور سچے خیر خواہ ہیں، خصوصاً انھوں نے عورت کو جو مقام و مرتبہ عطا فرمایا، اس کی پہلے یا بعد میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ ماحول کی مجبوریوں کی بات دوسری ہے، ورنہ میں طبعاً بہت شرمیلی ہوں اور خاوند کے سوا کسی مرد سے بے تکلفی پسند نہیں کرتی۔

چنانچہ جب میں نے پڑھا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی بے حد حیادار تھے اور خصوصاً عورتوں کے لیے عفت و پاکیزگی اور حیا کی تاکید کرتے ہیں تو میں بہت متاثر ہوئی اور اسے عورت کی ضرورت اور نفسیات کے عین مطابق پایا۔ پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کا مقام جس درجہ بلند فرمایا، اس کا اندازہ اس قول سے ہوا کہ ''جنت ماں کے قدموں میں ہے'' اور آپ کے اس فرمان پر تو میں جھوم اٹھی کہ ''عورت نازک آبگینوں کی طرح ہے'' اور ''تم میں سے سب سے اچھا شخص وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرتا ہے۔''

قرآن اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے میں مطمئن ہوگئی اور تاریخ اسلام کے مطالعے اور اپنے مسلمان کلاس فیلو نوجوانوں کے کردار نے مسلمانوں کے بارے میں میری ساری غلط فہمیوں کو دور کردیا اور میرے ضمیر کو میرے سارے سوالوں کے جواب مل گئے۔ تو میں نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اس کا ذکر میں نے متذکرہ طالب علموں سے کیا، تو وہ 21 مئی 1977ء کو میرے پاس چار ذمے دار مسلمانوں کو لے آئے۔ ان میں سے ایک ڈینور (Denever) کی مسجد کے امام تھے۔ چنانچہ میں نے ان سے چند مزید سوالات کیے اور کلمہ شہادت پڑھ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئی۔

میرے قبول اسلام پر پورے خاندان پر گویا بجلی گر پڑی۔ ہمارے میاں بیوی کے تعلقات واقعی مثالی تھے اور میرا شوہر مجھ سے ٹوٹ کر محبت کرتا تھا، مگر میرے قبول اسلام کا سن کر اسے غیر معمولی صدمہ ہوا۔ میں اسے پہلے بھی قائل کرنے کی کوشش کرتی رہی اور اب پھر سمجھانے کی بہت سعی کی، مگر اس کا غصہ کسی طرح ٹھنڈا نہ ہوا اس نے مجھ سے علیحدگی اختیار کرلی اور میرے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کردیا۔ عارضی طور پر دونوں بچوں کی پرورش میری ذمہ داری قرار پائی، میرے والد بھی مجھ سے گہری قلبی وابستگی رکھتے تھے، مگر اس خبر سے وہ بھی بے حد برافروختہ ہوئے اور غصے میں ڈبل بیرل شاٹ گن لے کر میرے گھر آئے تاکہ مجھے قتل کر ڈالیں۔ مگر اللہ کا شکر ہے کہ میں بچ گئی اور وہ ہمیشہ کے لیے قطع تعلق کرکے چلے گئے۔ میری بڑی بہن ماہر نفسیات تھی، اس نے اعلان کردیا کہ یہ کسی دماغی عارضے میں مبتلا ہوگئی ہے اور اس نے سنجیدگی سے مجھے نفسیاتی انسٹی ٹیوٹ میں داخل کرانے کے لیے دوڑ دھوپ شروع کردی۔ میری تعلیم مکمل ہوچکی تھی، میں نے معاشی ضرورتوں کے پیش نظر ایک دفتر میں ملازمت حاصل کرلی، لیکن ایک روز میری گاڑی کو حادثہ پیش آگیا اور تھوڑی سی تاخیر ہوگئی تو مجھے ملازمت سے نکال دیا گیا۔ فرم والوں کے نزدیک میرا اصل جرم یہی تھا کہ میں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی حالت یہ تھی کہ میرا ایک بچہ پیدائشی طور پر معذور تھا۔ وہ دماغی طور پر بھی نارمل نہ تھا اور اس کی عام صحت بھی ٹھیک نہ تھی، جبکہ بچوں کی تحویل اور طلاق کے مقدمے کے باعث امریکی قانون کے تحت مقدمے کے فیصلے تک میری ساری جمع پونجی منجمد کردی گئی تھی۔ ملازمت بھی ختم ہوئی تو میں بہت گھبرائی اور بے اختیار رب جلیل کے حضور سر بسجود ہوگئی اور گڑگڑا کر خوب دعائیں کیں۔ اللہ کریم نے میری دعائیں قبول فرمائیں اور دوسرے ہی روز میری ایک جاننے والی خاتون کی کوشش سے مجھے ایسٹر سیل پروگرام میں ملازمت مل گئی اور میرے معذور بیٹے کا علاج بھی بلا معاوضہ ہونے لگا۔ ڈاکٹروں نے دماغ کے آپریشن کا فیصلہ کیا اور اللہ کے فضل سے یہ آپریشن کامیاب رہا۔ بچہ تندرست ہوگیا اور میری جان میں جان آئی۔، لیکن آہ! ابھی آزمائشوں کا سلسلہ ختم نہ ہوا تھا۔ عدالت میں بچوں کی تحویل کا مقدمہ دو سال سے چل رہا تھا، آخرکار دنیا کے اس سب سے بڑے ''جمہوری'' ملک کی ''آزاد'' عدالت نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر بچوں کو اپنے پاس رکھنا چاہتی ہو تو اسلام سے دستبردار ہونا پڑے گا کہ اس قدامت پرست مذہب کی وجہ سے بچوں کا اخلاق خراب ہوگا اور تہذیبی اعتبار سے انھیں نقصان پہنچے گا۔ عدالت کا یہ فیصلہ میرے دل و دماغ پر بجلی بن کر گرا۔ ایک مرتبہ تو میں چکرا کر رہ گئی۔ زمین آسمان گھومتے ہوئے نظر آئے، مگر اللہ کا شکر ہے کہ اس کی رحمت نے مجھے تھام لیا اور میں نے دوٹوک انداز میں عدالت کو کہہ دیا کہ میں بچوں سے جدائی گوارا کرلوں گی، مگر اسلام اور ایمان کی دولت سے دستبردار نہیں ہوسکتی، چنانچہ بچی اور بچہ دونوں باپ کی تحویل میں دے دیے گئے۔ اس کے بعد ایک سال اسی طرح گزر گیا۔ میں نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے اپنا تعلق گہرا کرلیا اور تبلیغ دین میں منہمک ہوگئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ساری محرومیوں کے باوجود ایک خاص قسم کے سکون و اطمینان سے سرشار رہی۔ میرے خیر خواہوں نے اصرار کے ساتھ مشورہ دیا کہ مجھے کسی باعمل مسلمان سے عقد ثانی کرلینا چاہیے کہ عورت کے لیے تنہا زندگی گزارنا مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ ایک مراکشی مسلمان کی طرف سے نکاح کی پیشکش ہوئی تو میں نے قبول کرلی۔ یہ صاحب ایک مسجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ قرآن خوب خوش الحانی سے پڑھتے اور سننے والوں کو مسحور کردیتے۔ میں دین سے ان کے گہرے تعلق سے بڑی متاثر ہوئی اور ان سے نکاح کرلیا۔ عدالت نے میری رقوم واگزار کردی تھیں، چنانچہ میں نے اپنے خاوند کو اچھی خاصی رقم دی کہ وہ اس سے کوئی کاروبار کریں، مگر وائے ناکامی کہ شادی کو صرف تین ماہ گزرے کہ میرے خاوند نے مجھے طلاق دے دی۔ اس نے کہا مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں، میں تمھارے لیے سراپا احترام ہوں، مگر اکتا گیا ہوں، اس لیے معذرت کے ساتھ طلاق دے رہا ہوں۔ میں نے اسے جو بھاری رقم دی، چونکہ اس کی کوئی تحریر موجود نہ تھی، اس لیے وہ بھی اس نے ہضم کرلی اور اس کی مدد سے جلد ہی دوسری شادی رچالی۔

طلاق کے چند ماہ بعد اللہ نے مجھے بیٹا عطا فرمایا۔ اس کا نام میں نے محمد رکھا۔ اب یہ بیٹا ماشاءاللہ دس برس کا ہے۔ وجیہ و شکیل اور بڑا ذہین ہے۔ اسے ہی دیکھ دیکھ کر میں جیتی ہوں۔ اب میں نے اپنے آپ کو اللہ کے فضل سے دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے وقف کردیا ہے اور جی چاہتا ہے کہ بقیہ زندگی اسی مبارک فریضے کی نذر ہوجائے۔ یہ بھی اللہ کا فضل ہے کہ میں نے قرآن کو خوب پڑھا ہے۔ امریکا میں اس وقت قرآن کے ستائیس ترجمے دستیاب ہیں، میں نے ان میں سے دس کا بالاستیعاب مطالعہ کرلیا ہے۔ عربی زبان بھی سیکھ لی ہے اور جہاں ترجمے میں کوئی بات کھٹکتی ہے، فون پر عربی کے کسی اسکالر سے معلوم کرلیتی ہوں۔ الحمدللہ میں مختلف کتب حدیث یعنی بخاری، مسلم، ابوداؤد اور مشکوٰۃ کا کئی کئی بار مطالعہ کرچکی ہوں اور اسلام کو جدید ترین اسلوب میں سمجھنے کے لیے مختلف مسلمان علما کی کتابوں کا بھی مطالعہ کرتی رہتی ہوں۔ میں سمجھتی ہوں کہ جب تک ایک مبلغ قرآن، حدیث اور اسلام کے بارے میں بھرپور معلومات نہ رکھتا ہو تو وہ تبلیغ کے تقاضوں سے کماحقہ عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔

Scanned with CamScanner

طب وصحت

کان کی صحت کا خیال رکھیں

اختر سردار چودھری

اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت کان ہے۔حواس خمسہ یعنی ہاتھ،ناک،آنکھ،زبان اور کان میں سے کان بہت اہمیت کا حامل ہے۔ہمارے دماغ کو ملنے والے تمام پیغامات،اطلاعات،معلومات کا تقریبا23 فیصد حصہ کانوں کے ذریعے ہم تک پہنچتا ہے۔سب سے پہلے آواز کی لہریں کان کے بیرونی حصہ میں داخل ہوکر اس حصے کی نالی سے گزر کر پردہ سے ٹکراتی ہیں،پھر یہ کان میں وسطی حصے میں موجود ہڈیوں سے باری باری ٹکراتی ہیں۔آواز کی لہریں سماعت کے عضو،گانٹھ یا گرہ سے ٹکراتی ہوئی دماغ تک پہنچتی ہیں۔وہاں دماغ انہیں ڈی کوڈ کرتے ہوئے،معنی،دیتا ہے کہ یہ آواز کس طرف یا سمت سے؟کس چیز کی آواز ہے؟اس آواز کا مطلب کیا ہے؟معنی کیا ہے؟کان ایک حسی عضو ہے جو آواز سنتا ہے اور یہ نہ صرف آواز کو سنتا ہے بلکہ جسم کو متوازن حالت میں رکھنے میں بھی بڑا کام سر انجام دیتا ہے۔

ہر جاندار کے دو کان ہوتے ہیں،ایک دائیں طرف ایک بائیں طرف اس سے آواز کی سمت اور ماخذ کا علم آسانی سے ہو جاتا ہے۔انسانی کان تین حصوں پر مشتمل ہوتا ہے،جس میں بیرونی کان،درمیانی کان اور کان کا اندرونی حصہ شامل ہیں،کان کا وہ حصہ جو باہر نظر آتا ہے،بیرونی کان کہلاتا ہے۔بیرونی کان سے ایک سوراخ اندر کی طرف جاتے ہوئے کان کو ایک ایئر ڈرم سے جوڑتا ہے،ایئر ڈرم کا پچھلے والا حصہ درمیانی کان کہلاتا ہے۔

ایئر ڈرم کے بعد کان میں ایک جھلی دار معدہ ہوتا ہے،جو سیپ کی صورت میں ہوتا ہے،اسے اندرونی کان کہتے ہیں۔دنیا بھر میں کان کے امراض کا عالمی دن 3 مارچ کو بھرپور طریقے سے منایا جاتا ہے۔تین مارچ کو یہ دن منانے کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے کہ تین کا ہندسہ کان کے مشابہہ ہے۔اس دن کو منانے کا مقصد لوگوں کو کان کی اہمیت اور سماعت کی بیماریوں سے آگاہ رکھنا ہے۔

اس دن نامور ماہرین امراض کان اور پروفیسرز،ڈاکٹرز عوام کو کان کے امراض کے بارے آگاہی فراہم کرتے ہیں۔جدید طرز زندگی نے ناک،کان گلے کے امراض میں بے تحاشہ اضافہ کیا ہے۔ماہرین کا کہنا ہے کہ بے تحاشا شور شرابا،دھماکے،ہیڈ فونز اور ہینڈ فری کا بے جا استعمال۔رکشہ،بسوں کے پریشر ہارن،اونچی آواز کی موسیقی،کام کی جگہ مشینوں اور لوگوں کا شور و غوغا،ریڈیو،ٹی وی کا شور۔

کان اور سماعت کے مختلف امراض کے اسباب میں شامل ہیں۔اسلامی اصولوں کے مطابق غذا چبا کر کھانا،آہستہ سے کھانا،پیٹ بھر کر نہ کھانا،پانی تین وقفوں سے پینا اور کھانے پینے میں اعتدال سے کام لینا یہ سب باتیں نہ صرف ناک،کان اور گلے بلکہ دیگر امراض سے بھی بچاتی ہیں۔کان کے اندر پانی چلے جانے،کان میں میل جمع ہو کر گیلا ہو جانے یا سوکھ جانے،کان میں پھوڑا پھنسی یا گھاؤ ہونے کے سبب کان میں شدید درد،یکا یک بہت تیز درد،ٹیس مارتا ہوا درد،ناقابل برداشت درد ہوتا ہے۔

کان میں درد کسی بھی سبب سے ہو جلد سے جلد اپنے قریبی ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہئے۔ہمیں اپنے کان خود صاف کرنے کی بجائے ڈاکٹر سے مشورہ کر کے کسی دوا کے ذریعے صاف کروانے چاہئے۔کیونکہ ہم سویب(روئی لپٹی سلائی)کے ذریعے صفائی کرتے رہتے ہیں،یہ سلائی بہت چھوٹی ہوتی ہے اور کان کے سوراخ کے اندر تک چلی جاتی ہے،جب آپ اس سے کان کی صفائی کرنے کی کوشش کرتے ہیں،تو میل باہر کے بجائے کان میں مزید اندر تک گھس جاتا ہے،جہاں پھر وہ نالی میں پھنس کا جم جاتا ہے اور پھر اس کا نکلنا دشوار ہو جاتا ہے۔

کان کی نالی کے اندر تک پہنچنے والے اس میل کی وجہ سے فنگس،بیکٹر یا یا کوئی وائرس پیدا ہو سکتا ہے،جو بعد ازاں کان میں درد یا کسی اور انفیکشن کا باعث بنتا ہے۔کان کو ہمیشہ بہت احتیاط سے صاف کرنا چاہئے بلکہ خود صاف ہی نہیں کرنا چاہئے۔نہاتے وقت کان میں روئی تیل میں بھگو کر کان میں رکھ لیں تو کان میں پانی جانے سے بچایا جا سکتا ہے۔کان کا درد ہو تو فوری طور پر معالج سے رابطہ کرنا چاہیے۔

خود ڈاکٹر نہیں بننا چاہئے۔کان کے اندر پھنسیوں کی صورت میں کوئی تیل یا محلول دوا نہ ڈالیں۔بلکہ اپنے معالج کو چیک کروائیں اور تجویز کردہ دوا استعمال کریں۔اسی طرح کان میں کچھ پھنس جانے کی صورت میں خود سے نکالنے کی کوشش نہ کریں۔اور کان کبھی بھی نوکدار یا باریک چیز سے نہ کھجائیں۔ہمیشہ حلق کی بیماریوں اور نزلہ زکام سے اپنی حفاظت کریں۔

کیونکہ ناک کان گلے کا سسٹم ایک ہی ہے۔ایک خراب ہوا تو دوسرا ساتھ ہی خراب ہو جائے گا۔انسان کو جسم کے دیگر حصوں کی طرح کان کی صحت کا بھی خاص خیال رکھنا چاہئے۔کان میں درد یا انفیکشن کی صورت میں ناک کو زیادہ زور سے صاف کرنے کی کوشش نہ کریں۔کھٹی اور ترش اشیاء اور تربوزہ،پپیتا اور کھیرے کا استعمال نہ کریں کیونکہ ان غذاؤں کے استعمال سے ریشہ ہونے کے مواقع بڑھ جاتے ہیں جو کانوں سے متعلق مسائل کو اور زیادہ بنا دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ ریفریجریٹر میں رکھے گئے کھانوں سے بھی اجتناب برتیں۔کانوں کے درد اور دیگر مسائل کے دوران پیاز،ادرک اور لہسن کا استعمال بہترین ثابت ہوتا ہے۔کان میں درد ہو رہا ہو تو گرم پانی سے غسل لے لیں۔خواتین بچوں کو نہلاتے ہوئے اس بات کا دھیان نہیں رکھتی کہ بچوں کے کانوں میں پانی زیادہ نہ جائے۔کان میں پانی جانے کی صورت میں شدید تکلیف کا سامنا ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ بچوں کو فلو اور نزلہ زکام ہونے کی صورت میں فوراً علاج کروائیں۔اپنے ہاتھوں اور بچوں کے کھلونوں کو اچھی طرح دھوئیں تا کہ کھیلتے وقت یا منہ میں ڈالتے وقت جراثیم بچے کے پیٹ میں نہ جا سکیں۔بچے بڑے سب غفلت اور لاپرواہی نہ کریں اور اپنے کانوں کی صفائی کا خاص خیال رکھیں۔کان کی نسیں کمزور ہونے سے یا تو آواز بالکل سنائی ہی نہیں دیتی اور اگر سنائی دے بھی تو سمجھ نہیں آتی۔

یہ شکایت عام طور پر 70 سال سے زائد عمر کے لوگوں میں پائی جاتی ہے۔شور میں کام کرنے والے فیکٹری ورکرز اگر سوشل سیکیورٹی قوانین پر عمل نہیں کرتے تو ان کے کان جلدی خراب ہو جاتے ہیں۔شوگر کے مریضوں میں 50 سال کی عمر میں کانوں کے مسئلے پیدا ہو سکتے ہیں اور ایسے لوگوں میں کم سنائی دینے کی شکایت پائی جاتی ہے۔بڑھتی عمر کے ساتھ بھی کان کی سماعت متاثر ہوتی ہے اور بھی وجوہات ہیں جن سے کان کی سماعت متاثر ہوتی ہے وہ کان کا درمیان والا حصہ ہے اس میں کان کے پردے کا پھٹا ہونا،کان کا بہنا،نزلہ سے ٹیوب بلاک ہو کر کان بند ہونا۔کان کی میل اچانک کان کے پردے پر آجانے سے،نہانے سے پانی کان میں جانے سے بھی کان بند ہو جاتا ہے۔یہ کان بند ہونے کی وہ وجوہات جو قابل علاج ہیں۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیزی ندوی

ملیشیا نے بھارت کو اسلاموفوبیا سے پرہیز کا مشورہ دیا

ملیشیا کے وزیر خارجہ سیف الدین عبداللہ نے ہندوستان میں بڑھتی مذہبی منافرت اور اسلاموفوبیا کی شدید مذمت کرتے ہوئے حکمراں بی جے پی کی رہنما نپور شرما اور نوین جندل کے ذریعہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کئے جانے پر سخت ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے متنبہ کیا کہ بھارت اسلاموفوبیا سے پرہیز کرے،انہوں نے کہا کہ ہندوستان میں اس طرح کے واقعات سے جنوب مشرق ایشیائی ممالک پر منفی اثرات پڑ سکتے ہیں۔ایسے واقعات دہرائے نہیں جانے چاہئیں۔انہوں نے یہ باتیں اپنے سہ روزہ ہندوستان دورہ کے دوران نیوز ایجنسی سے بات چیت میں کہی۔

16 سال کی عمر میں مسلم لڑکیاں شادی کر سکتی ہیں۔پنجاب ہریانہ ہائی کورٹ

پنجاب اور ہریانہ ہائی کورٹ نے اپنے ایک فیصلہ میں کہا ہے کہ مسلمان لڑکیاں 16 سال کی عمر میں شادی کر سکتی ہیں۔یہ فیصلہ سنگل جج جسٹس جسجیت سنگھ بیدی نے سنایا۔پٹھان کوٹ کے ایک مسلمان جوڑے نے عدالت سے رجوع کیا تھا۔ایک 16 سالہ لڑکی اور 21 سالہ لڑکے کی شادی ہوئی تھی۔تاہم ان کے گھر والوں کے اعتراض اور دھمکیوں کے بعد انہوں نے پنجاب کی عدالت سے اپنے خاندان کے افراد سے تحفظ کی درخواست کی۔اس کیس کا عدالت نے فیصلہ سنایا کہ 16 سالہ مسلم لڑکی اپنی پسند کے مرد سے شادی کر سکتی ہے۔اپنے فیصلے میں جسٹس جسجیت نے کہا کہ خاندان کے افراد کی مرضی کے خلاف شادی پر ان کے بنیادی حقوق سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔اپنے فیصلے میں اسلامی شرعی قانون کا حوالہ دیتے ہوئے جسٹس بیدی نے کہا کہ مسلم لڑکیوں کی شادیاں مسلم پرسنل لاء کے دائرے میں آئیں گی۔ایک مسلمان لڑکی کی عمر 16 سال ہے،وہ اس اصول کے مطابق شادی کر سکتی ہے،اور لڑکے کی عمر 21 سال ہے،جسے مسلم پرسنل لا نے بھی قبول کیا ہے۔مسلم جوڑے کی شادی رواں سال 8 جون کو ہوئی تھی۔لیکن ان کے بزرگوں نے اس کی مخالفت کی۔اسی پس منظر میں جوڑے نے عدالت سے رجوع ہوئے تھے۔

ہائی کورٹ نے سرکار سے طالبات سے فیس وصولی کی تفصیلات طلب کی

پٹنہ ہائی کورٹ نے ریاست میں ایس سی،ایس ٹی اور لڑکیوں سے پوسٹ گریجویٹ تعلیم کے لیے ٹیوشن اور دیگر فیس وصول نہ کرنے کے معاملے کی سماعت کرتے ہوئے ریاستی حکومت کو ہدایت دی کہ وہ اگلی سماعت مین اس کی مکمل تفصیلات فراہم کرے۔چیف جسٹس سنجے کرول اور جسٹس ایس کمار کی بینچ نے رنجیت پنڈت کی طرف سے دائر مفاد عامہ کی عرضی پر سماعت کرتے ہوئے یہ ہدایت دی۔درخواست گزار کی طرف سے پیش ہونے والی ایڈوکیٹ ریتیکا رانی نے عدالت کو بتایا کہ ریاستی حکومت نے ۲۴؍جولائی ۲۰۱۵ء کو فیصلہ کیا تھا کہ ایس سی،ایس ٹی اور لڑکیوں سے پوسٹ گریجویٹ تعلیم تک ٹیوشن فیس نہیں لی جائے گی لیکن مذکورہ فیصلے کے بعد بھی ریاستی حکومت کے تعلیمی اداروں مین ان زمروں کے طلبہ سے ٹیوشن اور دیگر فیس وصول کی جاتی رہی،انہوں نے عدالت سے استدعا کی کہ موجودہ سیشن میں ان زمروں کے طلباء سے ٹیوشن اور دیگر فیس وصول نہ کی جائے۔

گیان واپی مسجد سروے کا حکم دینے والے جج کا تبادلہ

وارانسی گیان واپی مسجد تنازعہ کی سماعت کرنے والے جج روی کمار دیواکر کا تبادلہ کر دیا گیا ہے۔سینئر ڈویژن سیول جج روی کمار دیواکر کو وارانسی سے بریلی بھیجا گیا ہے۔الہ آباد ہائی کورٹ کی سالانہ ٹرانسفر لسٹ میں روی کمار دیواکر کا نام بھی شامل ہے،جس کے تحت سینئر ڈویژن کے 121 سول ججوں کا تبادلہ کیا گیا ہے۔روی کمار دیواکر گیانواپی مسجد تنازعہ کی سماعت کر رہے تھے اور مسجد احاطے کے سروے کا حکم انہی نے دیا تھا۔سپریم کورٹ کے حکم پر سماعت اب ڈسٹرکٹ جج کو منتقل کر دی گئی ہے۔سروے کے آخری دن شیولنگ ملنے کے دعوے پر گیانواپی مسجد کے وضو خانہ کو سیل کرنے کے احکامات بھی دیے گئے تھے۔تمام ٹرانسفر ہونے والے ججوں کو 4 جولائی کی سہ پہر تک اپنی ذمہ داریاں سنبھالنی ہوں گی۔الہ آباد ہائی کورٹ کے رجسٹرار جنرل آشیش گرگ نے ٹرانسفر لسٹ جاری کی ہے۔

ذات پر مبنی مردم شماری کے فیصلے کے خلاف ہائی کورٹ میں عرضی

بہار حکومت کے ذریعہ ذات پر مبنی مردم شماری کے فیصلے کے خلاف پٹنہ ہائی کورٹ میں مفاد عامہ کی عرضی داخل کی گئی ہے۔گورنر کے آرڈر سے اس مقصد سے ۶؍جون ۲۰۲۲ء کو جاری میمو نمبر ۹۰۷۷؍اور حکومت بہار کے ڈپٹی سکریٹری کے دستخط سے بہار قانون سازیہ میں ۲؍جون ۲۰۲۲ء کو لئے گئے فیصلے کے تعلق سے جاری نوٹیفکیشن کو ہائی کورٹ میں چیلنج کیا گیا ہے۔عرضی گزار کا کہنا ہے کہ حکومت بہار کے ذریعہ کنٹن جنسی فنڈ سے اپنے ذرائع سے ۵۰۰؍کروڑ روپے خرچ کر کے ذات پر مبنی سروے کرانا ملک کے آئین کے دفعہ ۲۶۷؍(۲)کے نظم کی خلاف ورزی ہے،عرضی گزار کے مطابق کنٹن جنسی فنڈ کا استعمال غیر معمولی حالات میں کیا جا سکتا ہے۔

Volume:62/72,Issue:24 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

اے تعصب زدہ دنیا تیرے کردار پہ خاک
بغض کی گرد میں لپٹے ہوئے معیار پہ خاک (احمد خیال)

اگنی پتھ: فوجی پریس کانفرنس پر اٹھتے سنگین سوال

ونیت کھرے

ہندوستانی مسلح افواج کے تینوں ونگوں نے تقریباً ایک گھنٹے کی پریس کانفرنس میں حکومت کے اگنی پتھ اسکیم کی مخالفت کرنے والے نوجوانوں سے واضح طور پر بات کی۔ اس پریس کانفرنس میں وزارت دفاع کے فوجی امور کے محکمہ کے ایڈیشنل سکریٹری لیفٹیننٹ جنرل انل پوری، فضائیہ کے ایئر مارشل ایس کے جھا، بحریہ کے وائس ایڈمرل ڈی کے ترپاٹھی اور فوج کے ایڈجوٹنٹ جنرل بنسی پونپا موجود تھے۔ انہوں نے الزام لگایا کہ نوجوانوں کے غصے کو ہوا دینے میں سماج دشمن عناصر کے ساتھ ساتھ کوچنگ انسٹی ٹیوٹ بھی ملوث ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس اسکیم کو واپس نہیں لیا جائے گا اور آتش زنی اور توڑ پھوڑ کرنے والوں کے لیے فوج میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ عہدیداروں نے اس اسکیم کے فوائد شمار کرائے، یہ بتانے کی کوشش کی کہ اس پر طویل عرصے سے کام چل رہا تھا اور کہا کہ جو بھی اگنی ویر میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں ایک حلف نامہ دینا ہوگا کہ اس نے کسی مظاہرے یا توڑ پھوڑ میں حصہ نہیں لیا اور فوج میں پولیس کی تصدیق کے بغیر کوئی نہیں آ سکتا۔

عوامی پلیٹ فارم پر میڈیا کے سامنے اس منصوبے کے دفاع میں سامنے آنے والے اعلیٰ فوجی افسران کو کئی حلقوں میں تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اور سوالات اٹھائے جا رہے ہیں کہ کیا یہ کام حکومت، سیاسی شخص یا دفاعی پی آر او کا کام نہیں تھا؟ کانگریس کے سینئر لیڈر اور ایم پی ملکارجن کھرگے نے سوال اٹھایا ہے کہ 75 سال میں پہلی بار حکومت کی پالیسی کا دفاع کرنے کے لیے تینوں آرمی چیفس اتارا گیا ہے جب کہ وزارت دفاع اور داخلہ چپ ہیں۔ اس پریس کانفرنس پر سینئر صحافی منوج جوشی کہتے ہیں: ایسا لگا کہ ان کے پاس دھمکی دینے کے علاوہ کچھ کہنے کو نہیں تھا، انہیں تشدد کی زیادہ فکر لگ رہی تھی۔ اس کے بجائے کہ باریکیوں کو سمجھایا جائے، منوج جوشی کے مطابق پریس کانفرنس میں میڈیا والوں نے بھی صحیح سوالات نہیں پوچھے: ''انہیں بھی سسٹم نے بلڈوز کر دیا ہے''۔

لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) راج قادیان کے مطابق یہ کہنا کہ اپوزیشن نے نوجوانوں کو گمراہ کیا ہے، یہ نوجوانوں کی توہین ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ''آج کا نوجوان باشعور ہے۔ اسے نہ تو اپوزیشن جماعتیں گمراہ کر سکتی ہیں اور نہ ہی پروپیگنڈہ کر سکتی ہیں۔'' ریٹائرڈ میجر جنرل شیونان سنگھ نے بھی کافی دیر تک اس پریس کانفرنس کو دیکھا۔ ان کا کہنا ہے کہ جب اہلکار کہتے ہیں کہ کس بنیاد پر لوگوں کو بھرتی نہیں کیا جا سکے گا، تو آپ مثبت جذبات پیدا نہیں کر رہے؛ بلکہ مزید مخالفت پیدا کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ مجھے اس پریس کانفرنس کا مقصد سمجھ نہیں آیا، کیا اس کا مقصد حکومت کا سخت رویہ پیش کرنا تھا اور اگر حکومت کا رویہ سخت ہے تو فوجی افسران یہ کیوں سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ یہ اچھا یا برا فیصلہ ہے؟''

''اس پریس کانفرنس میں احتجاج کرنے والے لوگوں کو دھمکانے کی کوشش کی گئی، یہ ملک میں مسائل سے نمٹنے کا طریقہ نہیں ہے۔ ایسا لگتا تھا کہ آپ کسی کو سبق سکھانا چاہتے ہیں۔ ہندوستان کسی کی کالونی نہیں ہے۔ ایک آزاد ملک ہے، جہاں لوگوں کی اپنی رائے ہے، آپ کو انہیں یقین دلانا ہوگا۔''

چار سال بعد اگنی ویروں کو کہاں کہاں مدد دینے کی کوشش کی جا رہی ہے، اس پر تو بات ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ پریس کانفرنس میں بھرتی کے عمل کی تاریخ وغیرہ پر بھی دو ٹوک بات کہی گئی یعنی مظاہرین کو پیغام صاف تھا کہ مظاہروں کے باوجود یہ اسکیم آگے بڑھ رہی ہے۔ اس پریس کانفرنس کے باوجود اسکیم کے خلاف احتجاج جاری ہے۔ اپوزیشن مظاہرین کے حق میں اتر گئی ہے۔

لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) راج قادیان یاد دلاتے ہیں کہ کارگل جنگ کے دوران بھی ایک کرنل کو پریس بریفنگ دینے کا کام سونپا گیا تھا۔ وہ کہتے ہیں: ''یہ بے مثال ہے کہ اسکیم کو پھیلانے کا کام یونیفارم میں لوگوں کو سونپا گیا ہے۔ یہ وزارت دفاع کی اسکیم ہے۔ اس کا اعلان وزیر دفاع نے کیا۔ اسے پیش کرنے کا کام وزارت دفاع کے پی آر او کو کرنا چاہیے نا کہ یونیفارم پہننے والے شخص کو۔''

دفاعی موضوعات پر طویل عرصے سے لکھنے والے صحافی منوج جوشی کے مطابق، بہت سے لوگ نہیں جانتے کہ فوج ہی اس اسکیم کے لئے ذمہ دار تھی اور اب وہ اس کی وکالت میں آگئی ہے۔ منوج جوشی بتاتے ہیں کہ فوج کے اعلیٰ افسران یہ سمجھتے تھے کہ بڑی فوج پر ہونے والا خرچ ایک بہت بڑا مالی بوجھ ہے اور اس کمی سے جو پیسہ بچتا ہے وہ سرمائے کے اخراجات یا نیا سامان خریدنے یا سہولیات پیدا کرنے میں خرچ کیا جا سکتا ہے۔

وہ کہتے ہیں، فوج یہ آئیڈیا لے کر آئی، وہ یہ آئیڈیا حکومت کے پاس لے گئی اور اب اسے اس کی حمایت میں سامنے آنا پڑے گا۔ اتوار کی پریس کانفرنس میں، لیفٹیننٹ جنرل انل پوری، ایڈیشنل سکریٹری، فوجی امور کے محکمے نے تحریری حلف نامہ دینے اور پولیس کی تصدیق کے بارے میں بات کی۔

لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) راج قادیان کے مطابق، صرف حلف نامہ کی بات کرنا قانونی طور پر زیر بحث ہے۔ وہ کہتے ہیں: ''میں نے مظاہرے میں حصہ لیا ہوگا، کیا اس وجہ سے میں فوج میں بھرتی نہیں ہو سکتا؟ آئین مجھے پرامن مظاہروں میں حصہ لینے کی اجازت دیتا ہے۔'' صحافی منوج جوشی پوچھتے ہیں: کیا آپ یہ معلوم کرنے کے لیے تحقیقات کریں گے کہ بھیڑ کہاں تھی، کیا پھر ٹرائل ہوگا؟ اگر کسی نے کہا کہ میں وہاں سے گزر رہا تھا اور میری تصویر لے لی گئی تب؟ وہ حلف نامہ کی بات کر رہے ہیں، اس سے کیا ہوگا؟ جوشی کے مطابق وہ اس بات کو لے کر یقینی نہیں ہے کہ فوجیوں کی بھرتی میں پولیس جانچ ہوتی ہے۔ ایک اور سینئر ریٹائرڈ نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بتایا کہ فوجیوں کی پولیس تحقیق صرف حساس بھرتیوں میں کی جاتی ہے۔ صحافی منوج جوشی کا کہنا ہے کہ فساد میں بہت سے لوگ ملوث ہیں جو عمر کی حد کی وجہ سے اب بھرتی میں شامل نہیں ہو سکیں گے۔ وہ یاد دلاتے ہیں کہ جس دن اگنی پتھ اسکیم کا اعلان ہوا تھا، اس دن عمر کی بالائی حد 21 سال مقرر کی گئی تھی، جس کے بعد کافی تشدد ہوا تھا۔ وہ کہتے ہیں پہلے فوجیں ہر سال 65 ہزار لوگوں کو بھرتی کرتی تھیں، اب یہ تعداد 40 ہزار کے لگ بھگ ہے۔ اس لیے جو بات کہی جا رہی ہے کہ آپ لوگوں کو نوکریاں دیں گے، وہ غلط ہے۔ اب آپ کم لوگوں کو نوکریاں دیں گے۔

پریس کانفرنس میں، اگنی پتھ اسکیم کے فوائد کا ذکر کرتے ہوئے، فوجوں کو ایک نوجوان چہرہ دینے کی بات زور و شور سے کہی گئی۔ لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) راج قادیان کے مطابق کارگل جیسی جنگ میں جوان سپاہیوں کے پلاٹون کمانڈر تھے جن کی عمر 40 سال سے زیادہ تھی۔

منوج جوشی کہتے ہیں، نوجوان فوجیوں کا کیا فائدہ اگر وہ آدھے تربیت یافتہ ہیں۔ چار سالوں میں سے چھ مہینے بنیادی تربیت میں جائیں گے، آٹھ مہینے چھٹی اور کم از کم ایک سال پروفیشنل ٹریننگ میں چلے جائیں گے۔ آپ کے پاس تقریباً دو سال کی نوکری بچتی ہے۔ جب تک آپ نے کچھ باتیں سیکھیں تب تک آپ کے باہر جانے کا وقت ہو جائے گا۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس سے فوج کو کیا فائدہ ہوگا۔ صحافی منوج جوشی کے مطابق اس اسکیم کو سات سال کا ہونا چاہیے تھا تاکہ آپ ایک شخص سے تقریباً پانچ سال کی سروس لے سکیں اور اگر مسئلہ فوجیوں کو وی آر ایس دے کر ان کی چھٹی کی جا سکتی ہے جیسا کہ چین نے تین لاکھ فوجیوں کو ہٹا دیا تھا۔

پریس بریفنگ میں، لیفٹیننٹ جنرل انل پوری، ایڈیشنل سکریٹری، فوجی امور کے محکمے نے دعویٰ کیا کہ وزارت دفاع نے تمام ریاستوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ پولیس بھرتی میں اگنی ویر کو ترجیح دیں اور چار ریاستوں نے بھی ایسا یقین دلایا ہے۔ اس کے علاوہ نیم فوجی دستوں، PSU وغیرہ میں جگہوں کے علاوہ، انہوں نے بینکوں، پرائیویٹ کمپنیوں سے بھی نوکریوں کا یقین دلایا۔ ایسے میں بزنس مین آنند مہندرا کا ایک ٹویٹ وائرل ہوا ہے جس میں وہ اگنی ویر کو نوکری دینے کی بات کر رہے ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ ماضی میں بھی ریٹائرڈ فوجیوں کو مستقبل میں اداروں میں نوکریاں دینے کی باتیں کی جاتی رہی ہیں، لیکن یہ وعدے پورے نہیں ہوئے۔ صحافی منوج جوشی کے مطابق نیم فوجی دستوں میں فائر فائٹرز کی بھرتی کو لازمی قرار دیا جانا چاہیے۔

لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) راج قادیان کا کہنا ہے کہ ''ہر سال ہمارے 60,000 فوجی ریٹائر ہو رہے ہیں، مرکزی حکومت نے حکم دیا ہے کہ ملازمتوں کا کچھ فیصد ریٹائرڈ فوجیوں کے لیے مختص کیا جائے۔ نہ ہونے کا ذمہ دار کون ہے؟''

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اوپر دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہو گئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798 رابطہ اور واٹس اپ نمبر

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ آپ نقیب کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

(منیجر نقیب)

WEEK ENDING- 27/06/2022, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail : naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,

نقیب | قیمت فی شمارہ -/8 روپے | ششماہی -/250 روپے | سالانہ -/400 روپے

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna # 9473371988

Scanned with CamScanner